

چنانچہ کوئی کہے ذُقْتُ الْحَلَاوَةَ وَذُقْتُ الْبَلَاءَ وَذُقْتُ الرَّاحَةَ سب جگہ  
 لفظ ذوق درست آیا۔ اسی طرح شرب کو کہیں شربت بکاس الوصل اور بکاس  
 الوؤ۔ علیٰ ہذا القیاس خداوند تعالیٰ نے جس جگہ حدیث شرب کو یاد کیا۔ فرمایا  
 کَلُوا وَشَرِبُوا أَهْنِيئًا اور جہاں ذوق کا ذکر فرمایا ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ  
 الْكَرِيمُ دوسری جگہ فرمایا ذُقُوا مَسَّ سَقْمًا

الناسوت :- عالم شہادت وحس سے مراد ہے +

عالم ملکوت :- اس عالم کو کہتے ہیں جس سے اشارات حسی عاجز ہے۔  
 جیسا کہ عالم جن و مثال و عالم ارواح و ملائکہ اس کو عالم عقلی و عالم دل بھی کہتے ہیں  
 عالم جبروت :- عالم صفات و احدیت سے مراد ہے اور بعض کہتے ہیں :-  
 جبروت اعیان ثابتہ ہے اور لاہوت عالم وحدت و حقیقت محمدی۔ بعد از

مرتبہ احدیت و اطلاق ہے۔ جہاں تعینات کا پتہ نہیں لگتا +

الْقَلْبُ :- جَوْهَرٌ نُورَانِيٌّ يَجْرُدُ بَيْنَ سَطْرَيْنِ الرُّوحِ وَالنَّفْسِ  
 وَهُوَ الَّذِي يَتَحَقَّقُ بِرَأْسِ الْإِنْسَانِ وَتَسْمِيَّتُهُ الْحُكْمَاءُ بِالنَّفْسِ النَّاطِقَةِ +  
 علم الیقین و هو ما يحصل عن نظر و استدلال +  
 وعین الیقین و هو ما يحصل عن مشاہدۃ و عیان +  
 حق الیقین و هو ما يحصل عن العیان مع المباشرة

۱۰ چاکھ میں نے عداوت کو اور چکھا بلا کو اور چکھا راحت کو ۱۱ کھاؤ اور پیو رہتا ہوا ۱۲ +  
 ۱۳ چاکھ جھک تو ہی ہے زبردست غرت والا ۱۲ کھ چکھو لگنا دوزخ کا ۱۲ +  
 ۱۳ یعنی دل ایک جوہر ہے نورانی مجرد کہ واسطہ پرتل ہے درمیان روح و نفس کے اور وہ وہ شے ہے  
 کہ متحقق ہوتا ہے ساتھ اس کے انسان اور نام رکھتے ہیں حکما اس کا نفس ناطقہ۔ چنانچہ کچھ بیان  
 اول رسالہ میں بھی لکھا گیا ۱۲ :- یعنی علم الیقین وہ شے ہے کہ حاصل

وہ شے ہے کہ حاصل ہو مشاہدہ اور عیان ۱۲ :- یہ شے ہے کہ حاصل

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

137109

نبی کی نعت کا کیا دم بھر لگا  
خیال غلام کا ہے دل میں رکھنا  
کسی نے کچھ مگر آسان بنا  
معاذ اللہ توبہ ہے الہی !  
دلی نسبت سے احمد مجتبیٰ سے  
بھلی لگتی ہیں باتیں مصطفیٰ کی  
مذاق عاشقی ہے آب و گل میں  
جو صدر ہے دل اندوگیں پر  
مرے کئے میں ہے دل نہیں تہ  
چھوٹا گا کس دن میں قید بلا سے  
خبر میری نبی کی کیا کیو  
دل سوزاں ہوا ایک بارگی سر  
کہانی ہے بڑی اور رات چھوٹی

خدا کی حمد بندہ کیا کریگا  
خدا کی حمد پہے پایاں کا کھنا  
محمد کی ستائش عشق پہ لانا  
یہ درپردہ ہے دعوائے خدائی  
ویکن عشق دل کو ہے خدا سے  
مرا آنا ہے باتوں میں خدا کی  
نہیں کچھ راج درو عشق دلیں  
گذرتا ہے جو کچھ جان خریں ہم  
کسی سے کئے کے قابل نہیں ہے  
یہ تنگ آیا جہان نئے فلسے  
میں آتے باتوں سے بہلاتا ہوں جی  
نہ کوئی ہم سخن باقی نہ ہم سرد  
ہوئی باتوں میں منزل مفت کھوئی

جب تک وہی میں سیدی و مولائی میر عبد الرزاق صاحب مظلہ العالی مولیفہ شاہ  
احمد سید نقشبندی مجددی کی خدمت میں رہا تو ان کے فیضانِ صحبت سے جو کچھ حاصل  
ہو تاغفائس کو نعمتات سے سمجھتا تھا جب ان سے رخصت ہو کر سہارنپور آیا تو یہاں  
وہ صحبت کہاں تھی ناچار کتب یقت مثل نفحات الانس مولانا جامی اور شجاعت علی

ابن الحسین الواحظ الکاشفی واریع انہارشاہ ابو سعید احمدی مجددی نقشبندی رومی  
 عنہم سے مل پہلا تاربا۔ ایکہ وزخیال آیا کہ اولیاء اللہ اور ان کی باتوں سے محبت رکھنے والے  
 ان کی باتیں کھنی نزول رحمت و ذوق محبت کا سبب ہے۔ چنانچہ نعمات میں لکھا ہے کہ علی  
 بن حمزہ الاصفہانی کہتے ہیں کہ میں اصغمان میں محمد بن یوسف اپنے پیر کی خدمت میں بہت  
 رہا ہوں۔ ایک بار ان سے نصیحت ہو کر حج کو چلا گیا۔ جب واپس آیا بصرہ میں آکر سنا کہ ان کی  
 انتقال ہو گیا۔ مجھے ایسا ہیج ہوا کہ جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ دل میں کہا کہ اب اصغمان جا کر  
 کیا کرونگا یہیں کہیں پڑھوں گا۔ یہ سوچ کر وہیں حضرت سہل تیسری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس  
 میں ٹھہر گیا۔ وہ لوگ حضرت محمد بن یوسف سے واقف تھے ان کی باتیں مجھ سے کیا کر کے  
 جو بات مجھے ابھی معلوم ہوتی۔ اس کو لوگوں سے لکھوایا کرتا۔ کیونکہ میں اُمی تھا۔ ایک دن  
 کنار دریا پر وضو کر رہا تھا۔ میری جیب میں سے وہ کاغذ نکل پڑے۔ مجھے بڑا ہیچ ہوا۔ اس  
 کو حضرت سہل تیسری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دکھا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ تجھے ان کاغذوں  
 کے بھیک جانے سے رنج ہوا۔ میں نے کہا۔ ہاں استاد۔ کہا تجھ کو جو ان باتوں سے محبت  
 تھی تو اس کا حق حق تعالیٰ سے کیوں نہیں مانگتا۔ میں نے کہا استاد۔ میں ابھی اتنا  
 نہیں ہوا۔ ہم دو لو آئیں میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 مدہ صحاب صفہ تشریف لائے ہوئے معلوم ہوئے۔ میں پیشوائی کو دیکھا آپ نے مجھے  
 کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اس صدیق یعنی سہل تیسری سے کیوں نہیں کہتا کہ اس  
 کی دوستی اور ان کی باتوں سے محبت رکھنی عین حقیقت ہے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا  
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل تیسری سے اسی بات کے کہنے کو تشریف  
 لائے ہیں اتنے میں سہل کی آواز آئی۔ استغفر اللہ یا رسول اللہ! میں نے سوچا کہ میں  
 سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ میں اس وقت ایسا خوش ہوا کہ بے اختیار آنکھ کھل گئی  
 خواجہ عبدالنصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوستی میں کارا میں کار بہت  
 بلکہ نزدیک بہت کہ انکار آں کار شود یعنی اس کام کی دوستی ہی کام ہے بلکہ کھنی

بھی کام و بجاتا ہے ۛ

غلام الخلیل کو آخر عمر میں جذام ہو گیا تھا ایک بزرگ نے سنا کہا اس قوم کا ایک ناقص ہمت کر رہے مگر اچھا نہیں کرتا کیونکہ یہ مخالف قوم تھا۔ کبھی قوم کا اثر بڑھتا خیر خدا شفا دے۔ کسی نے غلام الخلیل سے جملے کہا۔ اسی وقت تو بہ کی اور جو کچھ مال اسباب تھا۔ مشائخ کی خدمت میں بھیجا دیا لیکن کسی نے ہاتھ نہ لگایا ۛ نواجہ فرماتے ہیں کہ دیکھو جب اس قوم کے ٹنکار کا یہ حال ہوا تو مقرر کیا ہوگا ۛ

ایک بزرگ کا قول ہے کہ درویشوں میں یہ ان کے دوستوں میں داخل ہو جاؤ اور اپنی صورت درویشوں کی سی بناؤ کہ اگر قیامت کو تم سے پوچھیں کہ تم کون ہو تو تم کہو گے تو سہی کہ ہم درویشوں کے دوستوں میں ہیں۔ اور جب ان کی بات سنا اگرچہ اس کے معنی نہ سمجھو۔ سہرا دیا کرو کہ روز قیامت سر ہلانیوالوں میں شمار ہو کر نجات ہو جائیگی ۛ

پیر ہر ات قدس سرہ نے یاروں کو وصیت کی کہ ہر پیر کا ایک دو کلام یاد کر لو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان کے نام یاد کر لو ۛ

مولانا جامی علیہ الرحمۃ ۛ

وز نامہ و پیغام تو میسبار و عشق  
آرے زرد و بام تو میسبار و عشق

آئی تو کہ از نام تو میسبار و عشق  
عاشقے گرد و ہر کہ بکویت گزرد

حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ روز قیامت بندہ مفلس شرمندہ سے فرمائے گا کہ تو فلاں عالم یا عارف کو فلاں محلہ میں جانتا تھا وہ عرض کرے گا کہ بار خدا یا جانتا ہوں  
مگر ہو گا کہ جانتے کو اسی کے سبب سے بخشا ۛ

مولانا جامی علیہ الرحمۃ ۛ

لہ خلیفہ وقت کے ایک یا کلازتم کا نام ہے کہ حضرات سونیہ کی بڑائیاں کر کے ان کو قتل کرانا چاہتا تھا تاکہ شیخ ان کے حالات سے واقف ہو کر بہت درد نہ ہوئے ۛ

کشف المحجوب

کہ زخم گام ارادت بمقامات وصول  
بس بود نامہ اعمال مرا فترت بول

قدر من در صف عشاق تو زان بیشتر است  
در ولم نقش شده نام گدایان درت

مرتبہ و روشی اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ  
فقر کے حق میں فرماتا ہے: **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْضِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ  
ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ جُنَاحُهُمْ أَنْ يَحْلِلُوا أَخْيَبَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفْنَاهُمْ لَيْسُوا بِفَاهِمِينَ  
يَسْتَعْلُونَ النَّاسَ الْخَافَةَ**۔ ایک جگہ فرمایا: **ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا لَمَمَلًا لَا  
يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِمَّا رَزَقْنَاكَ مَنَّا فَمَكْرُهُ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هُكَّ**  
فرمایا: **تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَالِحِ يُدْعُونَ لَهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ  
يُنْفِقُونَ** ۵

سؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر اختیار فرمایا اور فرمایا: **اللَّهُمَّ احْبِسْنِي مَسْكِينًا وَ  
امْتِنِي مَسْكِينًا وَ احْشُرْنِي فِي زَمَرَةِ الْمَسْكِينِ** ۵ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے  
دن خداوند تعالیٰ فرمائے گا: **أَدْنُو مِنِّي أَحِبَّائِي فَيَقُولُ الْمَلَأُ بَكَتَهُ مَن أَحِبَّائِي  
فَيَقُولُ اللَّهُ فُقَرَاءُ الْمُسْكِينِ وَالْمَسْكِينِ** ۵

۱۲ خیرات واسطے ان فقیروں کے ہے جو بندے کے لئے ہیں اللہ کی راہ میں نہ چل سکتے ہیں زمین میں جاتا  
ہے انکو جاہل تو نگرنے طمع کے سبب سے بچا جاتا ہے تو انکو ساقہ چہرے ان کے نہیں مانگتے لوگوں سے  
پسٹ کر ۱۲ + ۱۳ بیان کیا خداوند تعالیٰ نے قصہ بندہ ملوک کا کہ قدرت نہیں رکھتا اوپر کسی  
چیز کے اور وہ شخص کہ دیا ہم نے اسکو اپنی طرف سے رزق اچھا۔ پس وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے  
اور ظاہر ۱۲ + ۱۳ دور رہتی ہیں کر وہیں ان کی بھونوں سے بکارتی ہیں باپنے کو ڈر سے اور  
طمع سے اور اس چیز سے کہ دیا ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں ۱۲ + ۱۳ اے خداوند رکھ مجھ کو اس لئے  
میں کہ سکین ہوں اور مار مجھے سکین اور اٹھا مجھ کو مسکینوں کے گردہ میں ۱۲ + ۱۳ نزدیک  
کر دے ہاں کہ میرے دوستوں کو۔ پس کہینگے فرشتے کون ہیں وہ دوست تیرے۔ پس فرمایا  
خداوند تعالیٰ فقیر کہ مسلمان و مسکین ہیں ۱۲ + ۱۳

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے :- وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
 سلم علی اصحاب الصفة فرأى فقرا هم وجمدا هم وطيب قلوبهم فقال البشور  
 يا اصحاب الصفة فمن بقى من امتي على النعت الذي انتم عليه راغيبا ما  
 فيه فانه من رفقاء الجنة يعني جب آپ ان کی طرف گزریے ان کو دیکھا کہ خوش  
 ہو گئے اور ان کے دل فقرو مجاہدہ میں خوش دیکھے پس فرمایا بشارت لال صفة تم کو  
 اور ان کو کہ بعد تمہارے آئیں تمہاری صفت پر اور انہیں اپنے فقر کے رضی ہوں  
 وہ بھی میرے رفیقوں میں سے ہیں جنت میں +

اسی طرح آیات و اخبار بہت ہیں کہ شہرت کے سبب سے لٹکے لکھنے کی حاجت  
 نہیں + عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فقیر مہاجر لوگ تھے کہ سب کام چھوڑ  
 کر آداب عبودیت حق تعالیٰ اور صحبت متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں  
 بجان و دل مصروف ہوئے اور اسکی زراعتی پر بھروسہ کر کے ایک طرف ہو گئے تاہم انکو  
 آپ کو ان کی صحبت میں رہنے اور ان کی خبر گیری کرنے کے واسطے حکم آیا کہ وَلَا تَقْرَبُوا  
 الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ  
 مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ  
 اور فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا مَعْبَدِيكَ عَنْهُمْ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا +

جب ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ پاتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ  
 ان پر سے قربان - خداوند تعالیٰ نے ان کے واسطے مجھ پر عتاب فرمایا +  
 حاصل کلام یہ ہے کہ ان خیالات سے دل کی آگ بجڑک اٹھی اور تو چھ بن نہ آیا اپنے  
 بلکہ تمام اخوان الطریقہ خصوصاً جن کے دل بکلمے ارادسی یا حسب ذاتی کی آگ میں تیل ہے  
 لہذا وہ دُور نہ کر ان لوگوں کو کہ بکلمے ہیں پروردگار اپنے کو سبج و شام چاہتے ہیں رضائے اسی کی نہیں اور  
 تیرے حساب میں کے سے کچھ تو لکھ لے تو ان کو پس ہو جائے تو ظالموں سے ۱۲ +  
 ۱۳ اور چاہئے کہ زہر مائیں دد نو آنکھیں تیری بناؤ کرتے ہوئے زندگانی دنیا کا ۱۲ +



ہیں اور میری طرح رحمت کے بھوکے پیاسے ہیں ان کے ہر وقت پاس رکھنے کے واسطے طریقہ  
تشریح یہ ہیں یہ رسالہ لکھا اور بجاوا شجاعت و انہما را ربیعہ سر چشمہ رحمت نام رکھی اقطاب

اک و صوم ہے مہ سے تابا ہی  
رشتک ظلمات ہے سیاہی  
تاریخ جو اسکی لکھنی جاہی  
پہر چشمہ رحمت الہی

سر چشمہ نور ہے مگر یہ  
اب جواں ہے نور منی  
خدا کا سر کچل کے دل نے  
کہنے لگے آگے حضرت خضر

یہ ایک اور تاریخ خیال میں آئی جس سے وقت و روز و سال و ماہ سب معلوم ہوتے ہیں وہ وہا  
(صبح روز جمعہ عشرہ محرم) اس وقت دل چاہتا ہے کہ پہلے چند مقدمات کہ جو مقصود سے  
متعلق ہیں بیان کر دوں \*

مقدمہ - مشائخ متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں غلبہ محبت و ترک  
ذات کی جہت سے معرفت و محبت و نسبت احسانہ کہ مراد ان لَعِبْدٌ رَبِّكَ كَأَنَّكَ تَدْرَاہُ  
سے ہے صحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھی اور بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و  
صحاب کرام کے تبع تابعین تک یہی صورت رہی۔ بعد ازاں جس طرح مجتہدین شریعت  
نے احکام ظاہر شریعت کے اصول مقرر کئے۔ اسی طرح صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم نے بالہام  
ربانی اس نسبت کے حاصل کرنے کے لئے انواع اذکار و مراقبات تجویز کئے۔ چنانچہ آخر  
میں کچھ اس کا ذکر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ \*

مقدمہ - مقدم عبادت ہے اور حقیقت عبادت خشوع و خضوع و شکستگی و نیاز ہے  
کہ شہود عظمت حق سے دل پر ظاہر ہوتی ہے لیکن یہ سعادت موقوف محبت پر ہے اور  
محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر اور متابعت عالم کی صحبت پر کہ  
وارث علوم و نبی ہیں نہ وہ عالم کہ جنہوں سے علم کو وسیلہ معاش و نبوی کیا۔ محمد بن فضل  
الباہجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الْعُلُومُ ثَلَاثَةٌ عِلْمٌ مِنَ اللَّهِ وَعِلْمٌ مَعَ اللَّهِ وَعِلْمٌ بِاللَّهِ  
علم باللہ علم معرفت ہے جس بنیر کسی نبی و ولی نے اسکو نہیں جانا اور علم من اللہ شریعت ہے

کہ جس کے واسطے ہم اس کی طرف سے مکلف و مامور ہوئے اور علم مع اللہ علم مقامات و طریق حق و بیان درجات اولیاء ہے۔ پس معرفت کائنات اختیار شریعت اور ورزش شریعت کابے اظہار مقامات ٹھیک نہیں لگتا۔

ابو علی سفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: **الْعِلْمُ مَحْيَاةُ الْقَلْبِ مِنْ الْجَمَلِ وَنُورُ الْعَيْنِ مِنْ النُّظْمَةِ** علم زندگی دل ہے مرگ جہل سے اور نور نظر یقین ہے تاریکی کفر سے جس کو علم معرفت نہیں اس کا دل مرا ہوا ہے اور جس کو علم شریعت نہیں وہ مرض نادانی میں مبتلا ہے۔ پس کفار مردہ دل ہیں کہ حق کی طرف سے جاہل ہیں اور اہل غفلت کا دل بیمار ہے کہ اس کے احکام سے نابل ہے۔

ابو بکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: **مَنْ كَفَّ بِمَا كَفَّاهُ مِنَ الْعِلْمِ دُونَ الذَّهْلِ فَقَدْ تَزَلَّقَ وَمَنْ كَفَّ بِالْفِقْرِ دُونَ الْوَرَعِ فَقَدْ تَفَسَّقَ** جس نے علم کو حید سے صرف عبارت پر اکتفا کر لیا اور مجاہدات و معاملات سے اعراض کیا زندگی بڑا اور جس نے علم فقہ و شریعت کے ورع ختم کیا فاسق بنا۔

شیخ الشائخ یحییٰ بن معاذ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **إِسْتِزْبَاطُ صِحَّةِ تَلَاوُحِ اصْنَافِ سِرِّ النَّاسِ الْعُلَمَاءِ الْغَافِلِينَ وَالْفُقَرَاءِ الْمَاهِنِينَ وَالْمَتَصَوِّفِ الْجَاهِلِينَ** علماء غافل وہ ہیں کہ جنہوں نے دنیا کو قبائہ دل گردانا اور احکام شریعت کو سہل جانا اور نکتہ بینی و معافی آفرینی میں اپنے کو بہتر سمجھ کر اگلوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور حد و پیمانہ و کبر کو مذہب ٹھہرایا اور فقراء ماہنین وہ ہیں کہ جب کوئی شخص ان کے مزاج کے مطابق کسی فعل پر اگرچہ مخالف شرع کیوں نہ ہو عمل کرے تو وہ اس کی مدح کریں اور سب کو ان کے عمل کے خلاف اگرچہ موافق شرع کیوں نہ ہو کوئی فعل انتہا کرے مذمت کریں اور اپنے معاملہ میں غلطی سے نیند کی طمع رکھیں اور باطل پر حق کے ساتھ مدد ہمت کریں اور تصوف جاہل وہ ہیں کہ نہ پیر طریق کی صحبت میں رہے نہ اہل کائنات سے بچتے۔

تج میں آگے

ابو یزید بیطامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں عَمِلْتُ فِي الْمَجَاهِدَاتِ ثَلَاثِينَ سَنَةً  
 قَمَا وَجَدْتُ نَسِيئًا شَدِيدًا عَلَى مِنَ الْعِلْمِ وَمُنَابَعَتِهِمْ وَلَوْلَا اخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ لَبَقِيْتُ  
 وَاخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ الْكَلَامِ فِي حَقِّ يَدْرِ التَّوْحِيدِ نَيْسَ بَرَسِ مَجَاهِدِ كَثْرَةِ مَجْهُدِ  
 کوئی چیز شاق تر علم اور اس کی متابعت سے نہ گذری۔ اگر اختلاف علماء نہ ہوتا تو  
 میں سب چیزوں سے رہ جانا اور حق دین کا ادا نہ کیا جاتا اور اختلاف علماء کا رحمت  
 ہے سوائے تجرید و توحید کے۔ اسوائے کربیت جہل کی طرف کہ وہ بے شیخ حاصل  
 ہے بہت نائل ہے بخلاف علم کہ اس میں ہر ایک قدم پر ہزار ہزار سچ ہیں اور سا  
 شریعت راہ صراط سے ہر ایک ترو پڑھتے رہے۔ پس چاہئے کہ ہر حال میں یہ خیال رکھیں  
 کہ اگر احوال رسیع و مقامات خطیر سے رہا تو کوچہ شریعت سے تو قدم نہ ہٹے۔  
 حضرت ابو علی سیاہ نے فرمایا ہے کہ جس چیز میں سے کچھ جاتا رہے گا پچھ تو اس میں  
 کارہیگا۔ بخلاف شریعت کہ جب اس میں سے کچھ جاتا رہتا ہے پھر کچھ نہیں ہٹتا ہے  
 شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ یہ ٹھکانے کی کتاب ہے۔ شریعت کی  
 مثال ایسی ہے جیسے پانی اگر زیادہ ہوگا ویران کر دیگا اور اگر کم ہوگا کھیت کا نقصان  
 کر دیگا۔

صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ طبیعت کو آگ پر قدم رکھنا آسان تر ہے لیکن  
 علم کے موافق چلنا مشکل ہے اور جاہلوں کو علم صراط پر ہزار ہزار بار جانا سہل مگر ایک  
 مسئلہ علم کا بیکھنا شوار۔ پس علم حاصل کرنا اور اس کی تکمیل کرنی مشکل ہے۔ اور اگر  
 تکمیل بھی کی تو علم بندہ کا کمال یہ نسبت علم الہی جہل ہے۔ چاہئے کہ علم بندگی کے  
 جہل کرنے کے بعد اتنا جان لے کہ اس کے سوا نہیں جان سکتا۔ اور بندگی بندے او

خدا کے درمیان میں حجاب عظیم ہے ۵

وَالْوَقْفُ فِي عَطْرِ الْأَخْيَارِ أَشْرَكَ  
 الْجَنَّةِ عَنْ دَرَكِ الْأَشْرَافِ

۱۲۔ عجز یافتن یافت است و استادن در راہ ختمیما کردہ خود شرک است ۱۲۔

علماء اشراقین میں کہ آئمہ کشف و شہود ہیں مقرر ہے کہ ہر صفت کا کمال امن میں ہے کہ وہ اپنے ضد کے ساتھ دست و گریباں ہو جائے۔ چنانچہ اسماء حسنیٰ الہی اس رمز سے آگاہی دیتے ہیں ہوا الاول والاخر والظاہر والباطن وهو بكل شیء علیہم مدعا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ طالب کو صحبت علماء سے کہ جن کے دل تجلی والی تھے پر توستے روشن ہیں اور اتباع سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارہ نہیں بلکہ شاخ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک طالب سنت کو اپنے اوپر فرض نہیں سمجھ لیتا اس کے دین کا نقصان ہے کیونکہ بعضی سنتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھیں **وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ لَهُمْ نَارًا** طالب کو التزام سنن و آداب شرعی کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے کہ تمام سعادتیں ظاہری و باطنی اسی پر موقوف ہیں ہرگز ہرگز پانچوں وقت کی نماز کے سوا دو یا چھ رکعتیں اشراق۔ چار چاشت۔ چائٹول دو یا چار رکعت سنت قبل العصر۔ چھ یا چار آواہین کی رکعتیں۔ بارہ یا آٹھ تہجد کی اور تین روزے ایام بیض اور روزہ پچھنبہ اور جمعہ اور دوہنبہ کا اور چھ روزے شوال کے اور نو روزے اول ماہ ذی الحجہ کے۔ روزہ عاشورہ محرم کا آٹھ روزے اول رجب و شعبان کے ترک نہ کرے۔

صاحبہ شحات لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ عبدالشہر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں طالب صادق کا ذکر چل پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شیخ نے کسی بزرگ کو لکھا تھا طالب صادق کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ کبھی کوئی لے تو ہمارے پاس بھیج دینا ہوں نے جواب میں لکھا کہ جیسا طالب آپ چاہتے ہیں ناما بس ہے لیکن شیخ اس قدر درکار ہوں شیخ سکتا ہوں۔

مولانا جہدالکبیر فرمایا کرتے تھے کہ اگر مرید کا دل دنیا و آخرت میں کسی چیز کی طرف جہنم تو سمجھو کہ طالب صادق ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے پیدا کیا ہے۔

پندرہویں چودھویں۔ پندرہویں کو روزہ رکھے۔

بہشت و دوزخ کے لئے پیدا نہیں کیا۔

سب سے زیادہ طالب کی عذابتیں اور کچھ نصیحتیں لکھی ہیں خلاصہ یہ کہ طلب کی آگ اس کے باطن میں ایسی لگی ہوئی ہو کہ تمام آرزوؤں کو جلا دے۔ درویش بقیار ہونا مراد و خاکسار ہو۔ سحر خیز ہو۔ روئے بہت۔ گزشتہ سے پشیمان ہو۔ آئندہ سے ڈرے اعمال غیر پر اوقات تقسیم کرے۔ صبرِ عفو مزاج میں ہو۔ اپنی تقصیر کا اقرار کرے۔ لوگوں کو معذور سمجھے۔ گفتگو میں خیال رکھے کہ مبادا کسی کا دل دکھے۔

نیاز ارم بخود ہرگز دے را | کہے ترسم در آن طلبے تو باشد

اولیاء کرام میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے۔

بزرگوں نے سماع سے مزامیرِ تخنیہ میں سنا ہے۔ صحبت مبارک حضرت سلطان المشائخ نظام الدین رضی اللہ عنہم میں ملاہی کا نشان نہ تھا۔ چنانچہ فوائد القواد و سیر الاولیاء میں مفصل لکھا ہے اور اگر کسی نے ملاہی کو جائز رکھا ہوگا تو غلبہ حال میں رکھا ہوگا معذور ہے۔ مشائخ کبار کا خلاصہ دل کو سیاہ کرتا ہے۔ ذکرِ جہرِ جاری دل کا علاج ہے۔ اس سے دل میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور اسرارِ توحید کہ ممکنات میں دیکھنا ایک ہستی کا ہے نہ کہ جاننا ممکنات کو عین ذات اس سے ٹھٹھتے ہیں۔ اگر توسط کریں تو جائز ہے لیکن جہنمی بہتر ہے کہ ہر وقت ہو سکتا ہے۔ پس چاہئے کہ کوئی دم ذکر کے خالی نہ جائے کہ دم آخر کی کسی کو خبر نہیں اور مسلمان کی جڑ جس کو عین ذکر کرتے ہیں۔ یہی کلمہ لا الہ الا اللہ ہے غوشِ نصیب وہ لوگ جن کے دل پر دوام ذکر سے عشق غالب ہو گیا۔ جتنی عبادتیں ہیں اس ذکر کے واسطے۔

نماز کیا ہے نوح نیاز۔ اگر برسبیل ہیبت پڑھی جاتی ہے تو اس سے ذکرِ حق میں ملتا آتا ہے۔ روزہ دفعِ شہوات کی واسطے ہے کہ جس وقت دل مزاحمتِ شہوات سے بچتا پاتا ہے صاف ہو کر قابل ذکر ہو جاتا ہے۔ حج سے مراد ذکرِ صاحبِ خانہ اور اشتیاق اس کی ملاقات کا ہے۔ ترکِ دنیا و ترکِ ملامت سے مراد ذکر کے لئے ہے۔ معصوم اور

نہی سے ذکر ہے اور حقیقت ذکر کی یہ ہے کہ دنیا و عقبے سے بیزار ہو جائے اور کسی طرف  
حق سبحانہ تعالیٰ کے سوائے توجہ نہ رہے۔ اس کی غلامت یہ ہے کہ امر و نہی کے  
وقت حکم کے موافق کار بند ہو ورنہ حدیث نفسی ہے کار آمد نہیں \*۔

شیخ بدر الدین میدانی کہ صحابہ شیخ حسن بطناری میں سے ہیں۔ انہوں نے  
حضرت عزیزان کی صحبت بہت اٹھائی ہے یہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت  
سے پوچھا کہ ذکر کثیر جس کے واسطے ہم حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہا  
قال اللہ تعالیٰ اذکر واللہ ذکرا کثیرا وہ ذکر زبان ہے یا ذکر دل۔ فرمایا کہ مبتدی  
کے واسطے ذکر زبان ہے اور انتہی کی واسطے ذکر دل۔ مبتدی ہمیشہ ذکر میں توجہ کرتا  
ہے اور انتہی کا حال یہ ہے کہ جب اثر ذکر اس کے دل پر پہنچتا ہے تو اس کے تمام اعضا  
وعروق و مفاصل ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ ذکر کثیر کے نام سے نامزد  
ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس کا ایک روزہ اور دل کے سال بھر کے روزوں کے  
برابر ہے۔ رتسم الحروف کہتا ہے کہ با اس ہمہ فائدہ کلی ذکر سے اس وقت حاصل  
ہوگا کہ مری یعنی شیخ ولی کامل ہوگا \*۔

مفسر کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ وناعت بفتح واو حق کے اندر صرف کرے کہ کہتے  
میں لغتہ اور ولایت بکسر واو امارت کو اس صورت میں دولت معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ  
ولایت و ولالت اور ولایت بمعنی محبت بھی ہے۔ پس واسطے کہ ولی فعل بمعنی مفعول ہو  
جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وَهُوَ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ اسی طرح اور بہت سے  
لکھے ہیں کہ اس مختصر میں لکھنے کی گنجائش نہیں اور لفظ ولی قرآن مجید و حدیث  
شریف میں اکثر آئی ہے۔ ایک جگہ فرمایا اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَخَافُونَ غِيْبًا  
مَّا هُمْ بِخَيْرٍ لِّمَنْ هُوَ اَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ  
مَنْ يَّجِدْ فَرِيًّا اللّٰهُ وَرِىُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُوَ نَبِيٌّ سَلَّمَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْرِيْ اِنَّ مِنْ

خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے صالحین کو ۱۱

عِبَادَ اللَّهِ كَعِبَادِ الْغَيْبِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالشَّاهِدَاتِ قِيلَ مَنْهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا  
لَعَلَّنَا نَحِبُّهُمْ قَالَ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ مَوَالٍ وَلَا تَسَابٍ وَجُوهِهِمْ  
نُورٌ وَعَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزَنَ النَّاسُ  
ثُمَّ تَلَا آيَاتِ الْأَوْلِيَاءِ اللَّهُ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ فِي  
تَحْقِيقِ الشُّدَّةِ كَيْفَ بَدَّوْنَ فِي هَيْبَتِهِمْ كَيْفَ كَرِهَتْ لَهُمْ أَنْ يَرْتَدُّوا مِنْهُ وَشَهِدَ كَمَا كَانَتْ  
كُونِ هَيْبَتِهِمْ وَهُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَيَانٌ كَيْفَ هَيْبَتِهِمْ مِنْهُمْ أَنْ كَانَتْ لَهُمْ مِنْ مَحَبَّتِ كَرِيمٍ فَرِيَا كَمَا وَهُوَ قَوْمٌ  
هَيْبَتِ كَرِيمٍ هَيْبَتِهِمْ بِأَمْرِ حَمِيْدٍ حَمِيْدٍ أَلِىٍّ مَعَهُ خَوْفٌ وَغَرَضٌ يَأْبُدُونَ مَالًا أَوْ كَمَا يَكُونُ  
كَيْفَ مِنْهُ أَنْ كَيْفَ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ  
نَهَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ  
دُوسْتِ الشُّدَّةِ كَيْفَ نَهَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ هَيْبَتِهِمْ نُوْرٍ

فَائِدَةٌ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ ولی نبی سے فاضلتر ہیں تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم متفق  
ہیں کہ تمام اوقات و احوال میں اولیا انبیاء کے تابع اور ان کی دعوت کی تصدیق کرنے والے  
ہیں اور انبیاء اولیا سے فاضلتر ہیں کیونکہ نہایت ولایت بدایت نبوت سے اور تمام انبیاء  
ولی ہیں لیکن کوئی ولی نبی نہیں پھر اصل مدعا پر آیا حدیث مدسی سے منقول ہے کہ  
وَلِيًّا فَقَدْ اسْتَجَلَ مُحَمَّدًا بَنِي ۝ اور ولی کی تعریف میں حضرات مشائخ نے بہت کچھ  
فرمایا ہے ۝

ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الْوَلِيُّ هُوَ الْفَلَانِي فِي حَالٍ وَالْبَاقِي فِي مَشَاغِرِ  
الْحَقِّ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَيْنٌ لِقَسْبِ الْخَبَارِ وَلَا مَعَ غَيْرِ اللَّهِ قَرَارًا ۝ ولی وہ ہے کہ فانی ہو اپنے حال  
اور باقی ہو مشاہدہ حق میں ممکن نہ ہو کہ اپنی خبر سے سکے یا بجز خدا آرام پائے ۝  
قرظمین میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حالت میں  
کہ جو خواب و بیداری کے درمیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور

نہ جس نے ایذا دی میرے ولی کو۔ تحقیق حلال جان لیا اس نے مجھ سے لڑنے کو ۱۲ ۝

یَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
اَسْتَمَعَتْكَ ذَاتَهُ فِي ذَاتِهِ وَصِفَاتُهُ فِي صِفَاتِهِ ۝

خلاصہ تقریر صاحب کشف المحجوب یہ ہے کہ اللہ کے ولی وہ ہیں جن کو اس نے دوستی  
و ولایت سے مخصوص فرمایا اور وہ والی ملک منظر افعال الہی ہیں اور انواع کرامات سے  
مخصوص۔ آفات طبع سے پاک اور متابعت نفس سے مُبْتَرَا۔ نہ اُن کی ہمت اس کے  
سوا کسی طرف نہ صرف نہ وہ کسی سے مانوس و مانوف نہ اگلے زمانہ میں تھے اور اب  
بھی ہیں اور تاقیامت رہینگے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس اُمت کو تمام اُمتوں پر شرف بخشا  
ہے اور اس شریعت کی حفاظت کا ذمہ لیا اور چونکہ دلائل خبری و برہان عقلی آج علماء میں  
موجود ہیں۔ چاہئے کہ براہین عینی خاصان خدا میں موجود ہوں اور یہ خلافت ہم کو دو  
گروہ پر ہے۔ ایک معتزلہ پر اور ایک عامہ حشویان پر ۝

معتزلہ اہل ایمان میں سے ایک شخص پر خصوصیت ادا نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ سب ہم  
برابر ہیں۔ حالانکہ نفی تخصیص علیٰ نفی تخصیص نبی ہے اور یہ کفر ہے اور  
عوام حشوی تخصیص کے قائل ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں تھے مگر اب نہیں  
پس انکار ہی مستقبل ایک ہے ایک طرف انکار اور ایک طرف اقرار ترجیح بلا مرجح  
ہے ۝

پس عہد ان نبوی کو اللہ تعالیٰ نے آج تک باقی رکھا ہے اور اولیاد کو اس کے اظہار کا  
سبب گردانا۔ آسمان سے بارش اُن کے قدم کی برکت سے برستی ہے اور زمین میں  
نبات اُن کے صفائی حال کی ہمت سے اگتی ہے ۝ اُن میں چار ہزار مکتوم ہیں کہ نہ  
اُن لوہے جمال بالکمال کی خبر نہ اپنے ہمیشوں کے حال کی خبر۔ اس میں سدیشین وارد  
ہیں اور کلام اولیا ناطق۔ اور بفضل خدا مجھ پر خود یہ حال کھلا ہوا ہے۔ لیکن اہل حل و عقد  
نے سرسنگان و سنگاہ حقین سو ہیں کہ جن کو اختیار کتے ہیں اور چالیس اوز جن کو  
جمال اہمات اوز جن کو اہل چار اوز جن کو اوتاد۔ تین اوز جن کو نقیب۔ ایک اوز



جس کو قطب و ثبوت کہتے ہیں یہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کاموں میں باہم اجازت کے محتاج ہیں۔ اس میں اجازت ناطق ہیں اور اہل حقیقت اس کی صحت پر متفق ہیں۔

نفحات میں لکھا ہے کہ صاحب فتوحات مکیہ باب اکیسوا اٹھانوے کی اکتیسویں فصل میں اجمالاً ہفتگانہ کو ابدال کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے زمین کے سات حصہ کر کے ان ساتوں کو ہر حصہ پر متعین کیا یعنی ہر اقلیم کو ان کی ذات بابرکات کی حفاظت میں پیدا اور فرمایا کہ حرم مکہ میں نہیں لے ان کو اور انہوں نے حج کو سلام کیا اور ہم نے آپس میں باتیں کیں اور فرمایا کہ میں نے ان جیسا کوئی نہ دیکھا مگر ایک شخص قونینہ میں شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک قوم اولیاء کی اولیسی کہلاتی ہے۔ ان کو پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ لے واسطے کسی کے حضرت اولیس رضی اللہ عنہ کی طرح ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں تربیت فرماتے ہیں۔ پس یہ مقام بلند ہے کسی نصیب والے کو نصیب ہوتا ہے

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

اسی طرح بعضے ولی اللہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متابع ہیں بعضے طلباء کو بحسب حانیت تربیت کرتے ہیں یہ بھی ظاہر ہیں پیر نہیں رکھتے اولیوں ہی میں داخل ہیں۔ اسی طرح اوتار ہیں جن کے حالات کی تفصیل کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت عامہ و ولایت خاصہ ولایت عامہ میں تمام مومن شامل ہیں کما قال اللہ تعالیٰ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اور

ولایت خاصہ واصلین ارباب سلوک سے مخصوص ہے وہی عبارت عن قناء العبد في الحق والبقائه به فالولي هو الفاني فيهِ والباقي به ثابته سیر الی اللہ سے مراد ہے اور بقا بابت سیر فی اللہ سے۔ کیونکہ سیر الی اللہ اس وقت منتہی ہوتی

ہے کہ منازل وجود کو قدم صدق سے ایک بارگی طے کرتے ہیں اور سیر فی اللہ اس وقت  
 تحقق ہوگی کہ بعد از فناء سے مطلق بندہ کو وجود مظهر لوث عدنان سے عنایت کیا  
 جاوے تاکہ اس کے سبب سے اوصاف الہی سے منصف ہو۔ اسی حالت میں اکثر  
 افعال ناقص عادت سرزد ہونے لگتے ہیں۔ جن کا ثبوت بواسطہ تو اثر اخبار اس درجہ کو  
 پہنچ گیا کہ کسی سعادت مند کو شبہ باقی نہیں رہا۔ یہاں تو اس وقت اتنا ہی کہا جاتا ہے  
 کہ وہ افعال اثبات حجت نبی کے لئے ہوتے ہیں یعنی نبی معجزہ سے اثبات نبوت کرتے  
 ہیں اور ولی کرامت سے ان کی نبوت اور اپنی ولایت کا اثبات کرتے ہیں۔ بیس  
 ولی ولایت میں وہی کہیگا کہ نبی نے نبوت میں کہا اور اہل تحقیق میں مقرر ہو چکا کہ کرامت  
 ولایت مواہب حق سے ہیں نہ مکاسب بندہ سے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اولیاء  
 معصوم نہیں کیونکہ منصب شرط نبوت ہے۔ لیکن اسی آفت سے محفوظ ہیں کہ جس کا  
 وجود مقتضی نفی ولایت ہے اور نفی ولایت بعد وجود اس آفت کے اس چیز سے وابستہ  
 ہے کہ جس میں نفی ایمان ہے۔ پس وہ روئے ہے نہ معصیت ۔

یہ مذہب محمد بن علی ترمذی و جنید و ابو الحسن نوری و عارف محاسبی وغیرہ  
 رضی اللہ عنہم کا ہے۔ لیکن اہل معاملات مثل سہل بن عبد اللہ شہری و ابوسلمان  
 دارانی و ابو احمد و ن قصار و غیر ہم رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ شرط ولایت التزام  
 طاعت ہے۔ جب کبیرہ ولی کے دل پر گزریگا ولایت سے معزول ہو جائیگا۔ مگر اس  
 میں علماء مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ مفصل کشف المحجوب میں لکھا ہے جس کو  
 شوق ہو دیکھے۔ یہاں میری مراد یہ نہیں کہ ان سب کا اثبات کیا جائے۔ بلکہ تو  
 اس وقت بیان کرنا اس بات کا منظور ہے کہ کچھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ کرامت ولی  
 کس حال میں واقع ہوتی ہے یعنی صحیح یا شکریا تکمیل میں ۔

۱۔ وہ وجود و شہدہ پاک ہے حق تعالیٰ کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی دائمی اس کے دل  
 پر ہر اہم اسکاد اللہ تعالیٰ کا عرش ہو جائے ۱۱ ۔ ۱۲ مراد کرامات سے ہے ۱۳ ۔

ابو یزید و ذوالنون مصری محمد بن حنفیہ و حسین منصور و کھیلے بن معاذ المرادی وغیرہ  
رضی اللہ عنہم متفق ہیں کہ ولی سے کرامت حال سکر و غلبہ میں ظاہر ہوتی ہے اور  
نبی سے معجزہ حال صحو میں (اور سکر و غلبہ عبارت غلبہ مجتہد حق تعالیٰ سے ہے اور صحو  
عبارت حصول مراوتے) ۰

پس بعضے اہل معنی سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں اور بعضے اس کے برعکس مان کر لیتے  
ہیں ۰ حضرت بایزید اور ان کے تابع سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحو  
تمکین و اعتدال پر صفت آدمیت ہے اور وہ حجاب اعظم ہے۔ حق کی طرف سے اور سکر  
نقص صفات بشریت و ذماب تدبیر و اختیار ہے ۰

واؤد علیہ سلام سے حال صحو میں فعل صادر ہوا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو ان سے  
منسوب فرمایا کہ وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوْتًا ۰ اور محمد مصطفیٰ اصلے اللہ علیہ وسلم سے حال  
سکر میں فعل ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف اضافت کیا کہ وَمَا دَعَمِيَّتْ اِذْ  
دَمِيَّتْ۔ جو قائم بخود تھا اور اپنی صفات پر ثابت اس کو بدوجہ کر است فرمایا کہ تو نے  
کیا اور جو قائم بحق تھا اور اپنی صفات سے فانی۔ اسکو کہا تو نے نہیں کہا ہم نے کیا  
پس فعل بندہ کی اضافت حق کی طرف فاضلتر ہوگی۔ اضافت فعل حق سے بندہ  
کی طرف کیجائے ۰

حضرت جنید اور ان کے تابع کہتے ہیں کہ سکر محل آفت ہے۔ کیونکہ اس میں کشولیش  
و ذماب صحت اور سررشتہ کا کم کرنا ہے اور چونکہ مقصود طلب معانی سے ہے خواہ اثر و  
فنا ہو خواہ از رو سے بقا۔ خواہ از رو سے محو خواہ از رو سے اثبات۔ بہر حال صحت سکر  
تو کا فائدہ تحقیق حاصل نہوگا۔ کیونکہ دل اہل حق کا مجرد چاہئے امدادی کو سبب ہے  
بصارتی کے ہرگز بندہ شہادت سے نجات نہیں۔ چنانچہ خلقت جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ  
کر اور چیزوں میں مشغول ہو گئی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ چیزیں جیسی ہیں ان کو جیسی

۰ یعنی حالت تمکین و اعتدال پر ۱۲ ۰

نظر نہیں آتیں اور ٹھیک ٹھیک نظر آنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دیکھنے والا شے کو اس کی بقا پر نظر کر کے دیکھے۔ دوسرے یہ کہ اس شے کو پچھم فنا دیکھے۔ اگر پچھم بقا دیکھیگا تو ہر چیز بقا میں ناقص نظر آئیگی۔ اور اگر پچھم فنا دیکھیگا تو کُل موجودات بقا سے حق کے مقابلہ میں فانی معلوم ہوگی \* پس یہ دونوں صورتیں اس کو شغل موجودات سے مانع آتی ہیں۔ یہی سبب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَلَا شَیْءٌ مَّا هَیَّی اللّٰهُ تَعَالٰی فَرَمَاتَا هَیَّ فَاَعْتَبِرْ وَاِیَّ اَوَّلٰی الْاَبْصَارِۃُ یُنۢیۡ اے اہل بصیرت دیکھ کر عبرت پکڑو \***

پس یہ باتیں سوائے حالت صحو کے حاصل نہیں ہو سکتیں اور اہل سُکر اس معنی سے بیخبر ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام حالت سُکر میں متحمل ایک تجلے کے نہوسکے **وَخَرَّ مُوسٰی صَعِیْقًا ۙ مُحَمَّدٌ مَّصْطَفٰی صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَال صَحْوٍ مِّنْ مَّذۡہَبِہٖ سِوَاہِ تَابَعَاتِہٖ مِّنْ نَّشَاۃٍ وَتَجَلّٰی مِّنْ حِسِّہٖ قَدَرِہٖ ہُوْشَارِہٖ ۝**

قَرِیْبَةُ الرَّاحِ کَا سَا بَعْدَ کَا سِیْنَ | فَمَا لَعْنَةُ الشَّرَابِ وَمَا رَوٰیثُ ۝

موسے زہوش رفت بیک جلوہ صفات | تو عین ذات مے نگری در تبسے

مولانا علی الجھری فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت ابوالقاسم گرگانی رح جزیہی مذہب تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سُکر بازی گاہ کو دکان است و صوفنا گاہ مروان \* مولانا صلاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سُکر و صحو قبض و بسط وحشت و انس وطمس و اضطلام وغیرہ تلویح احوال سے متعلق ہیں۔ ایسے وقت میں سالک کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ بخلاف تکلمین کہ اس میں ہر کسی کو شناخت و شواری ہے۔ اور اگر کسی کو معلوم ہو گیا اور اس نے ان کی تقلید کی اور انہوں نے آگاہ نہ کیا تو بے نصیب رہے۔ بلکہ بلا سے کفر میں مبتلا ہوا۔ انتہی کلام \* ۱

۱۵ یا اللہ دکھا ہم کو چیزیں جس طرح پرہہ ہیں ۱۲ \*

۱۶ یا اللہ دکھا ہم کو چیزیں فانی نونی شراب اور میر نمونیں ۱۲ \*

واضح ہو کہ تلوین مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل کے پھرنے سے مراد ہے۔ اس احوال میں کہ اس پر گزر رہا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ تلوین دل کا پھرنا ہے کشف و اجتناب میں بسبب غیبت صفات نفس و ظہور صفات نفس۔ اس مقام میں تلوین احوال کی جہت کہ صفات متقابلہ میں واقع ہے مثل قبض و بسط و سکر و صحو وغیرہ ساکب پہچانا جاتا ہے اور تمکین اصطلاح میں عبارت سے وام کشف حقیقت سے ہے بواسطہ اطمینان دل موطن قرب میں اس مقام میں ساکب پہچانا نہیں جاتا۔ کیونکہ صاحب تمکین علم سعادت کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔ کھانے پینے لینے دینے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے اور تمام صفات بشری میں اہل ظاہر سے مشابہ ہے۔

پس اس موقعی میں ایسے شخص کی تقلید کر کے ترک ریاضات و مجاہدات کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لیکن جبکہ تلوین کو ویسے کہ مصطلح قطب الموحدین و عوفاً المحققین شیخ محی الدین ابن العزلی کی ہے ان معنوں میں سمجھیں تو پہچانا صاحب تلوین کا صاحب تمکین کے پہچاننے سے زیادہ مشکل ہے۔ اس واسطے کہ شیخ قدس سرہ اپنی اصطلاحات میں فرماتے ہیں کہ اکثر مشائخ کے نزدیک تمام تلوین ناقص ہے لیکن ہمارے نزدیک افضل و اکمل مقامات سے ہے۔ کیونکہ اس میں بندہ کا وہ حال ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا کہ کل یوم یطوف فی شانہ اور تمکوین ہمارے نزدیک تلوین میں تمکین ہے۔

مولانا رضی الدین عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضرت سے فرمایا کہ تلوین ہمارے نزدیک اکمل مقامات سے ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ ساکب و صحو ہی تجلوی ہیں تجلیات بے نہایت سے مشرف ہو گیا یہ وقت اس کو برکات حمد و ثناء سے ہے۔ کچھ معلوم ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ حقیقت آدمی برنگ اور اصل کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ جو چاہیگی۔ پس جس طرح وہاں گل یوم ہوئی شان میں

کہہ بنے گپائش دوست



حرص۔ طول اہل۔ طیش۔ حماقت سے پاک اور علم تکلفان و منتصبان سے مستغنی ہو۔  
چنانچہ بجز علم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا محتاج نہ ہو۔ پیر طریقت کے نشان  
ہیں \*

نجات الائنس میں حضرت ابو علی سندھی قدس سرہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ حضرت  
بایزید علیہ الرحمۃ کے استادوں میں سے ہیں۔ حضرت بایزید کہتے ہیں کہ میں ابو علی سے  
علم توحید میں سبق فنا پڑھتا تھا اور وہ مجھ سے الحمد و قل هو اللہ پڑھتے تھے۔ لیکن ایسے  
پیر کم ہاتھ آتے ہیں۔ کیونکہ فی زمانہ مدعی دین مہنی اور بلعد مخالف شرح بہت ہیں کہ لو  
و لعب کی طرف دعوت کرتے ہیں اور پیران طریقت گوشہ خمول میں ہونے لگتے \*  
راقم الحروف کہتا ہے کہ طلب صادق بشرط ہے۔ اگر طلب صادق ہوگی تو وہ جہاں  
ہونگے وہاں سے ڈھونڈتے ہوئے آئینگے \*

شیخ محی الدین العزنی قدس سرہ نے بعض مصنفات میں لکھا ہے کہ ایک بار شہر قونین  
میں شیخ ابو حد الدین کرمانی میرے ماں تشریف رکھتے تھے۔ کہنے لگے کہ ہمارے شہر میں  
خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ساٹھ برس سے زیادہ سجادہ نشین رہے۔ ایک روز  
گوشہ تنہائی سے باہر نکلنے کا خطرہ دل پر گزرا اور عادت یہ تھی کہ سولے جودہ حجرہ سے باہر  
نکلنے تھے۔ یہ امر دل پر گراں گزرا اور یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں جائے۔ ناچار گھوڑے پر سوار  
ہو کر باگ ڈھیلی چھوڑ دی کہ جہاں خدا تعالیٰ چاہیگا لیجا بیگا۔ گھوڑا غھر سے نکل کر جنگل  
میں ایک مسجد پر جا کر ٹھہر گیا۔ آپ اتر کر سجد میں گئے وہاں ایک جوان مراقب بیٹھا  
تھا۔ سر اٹھا کر کہنے لگا۔ ابو یوسف مجھ سے کچھ پوچھنا ہے۔ یہ کہہ کر کچھ پوچھنا تھا۔ پوچھا  
آپ نے بتا دیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ بیٹا جس وقت تجھ کو مشکل پیش آئے۔ شہر میں آ کر  
پوچھ لیا کر۔ مجھے تکلیف نہ دیا کر۔ خواجہ فرماتے تھے کہ جب میں نے یہ کہا۔ جوان نے میری  
طرف دیکھا اور کہنے لگا مجھے جس وقت ضرورت ہوگی ہر پتھر میرے واسطے بچھ جیسا کہ  
ہے۔ حضرت ابن العزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں یہ آیا کہ مرید صادق

اپنے صدق کے زور سے شیخ کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اللہ اللہ مولانا روم نے کہا کہ اسے

تا بچو شد آب از بالا و پست

آب کم جوتش نمی آور بدست

خواہ حافظ فرماتے ہیں ۵

ایچو اجہ درونیت و گرنہ طیبیت

عاشق کہ شد کہ یار برویش نظر نہ کرد

۵

چو درو در تو نہ بیسند کرا دوا بکند

طیب عشق میجاوم است مشفق بیک

المختصر جس میں یہ نشان معلوم ہوں وہ پیر طریقت ہونے کے لائق ہے۔ اس کا مرید ہو جانا چاہئے اور جب مرید ہو جائے ظاہر اور باطناً اس کی عزت کیے اور جس کام کے واسطے فرمائے۔ حکم بجالائے تاکہ ذکر سے ذکر حقیقی کے درخت میں کہ دل کی زمین میں بویا گیا۔ ولایت کا پھل لگے۔ نورانیت کلمے کی نورانیت دل کے موافق ہوتی ہے اور نورانیت دل کی بقدر زوال ہوا اگر تلج ہوا نہوگا تو دل میں نورانیت پورنی ہوگی \*

اول تدبیر یہ ہے کہ شیخ بزور باطن کبر و کینہ وغیرہ رزائل مرید کے دل سے دور کرے کیونکہ جب دل کی زمین خار و خاشاک طبیعت سے صاف ہو جائیگی تو تخم ریزی خاطر خواہ ہو سکیگی۔ اور اگر اخلاق ذمیرہ بہت ہیں تو اول تصفیہ دل کے درپے ہوں تبدیل اخلاق کا بالکل فکر نہ کریں۔ کیونکہ جب شرائط کے ساتھ توجہ و بجائیگی اور ہر روز مراقبہ کیا جائیگا عنایت الہی سے اس قدر جلد اخلاق بدل جائینگے کہ برسوں کے مجاہدوں سے بہتے۔ سبحان اللہ مراقبہ عجب نعمت ہے \*

مقدمہ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جس مشجانہ

تعالیٰ نے فرمایا مَا تَكُونُ فِي نَسَانٍ وَمَا تَكُونُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْلَمُونَ مَعَى عَسَلٍ

نہیں ہوتا کسی حال میں اور نہ جڑھلے اس میں سے کچھ قرآن اور نہ کہتے ہوتے ہوگے کلمہ کہ ہم نہیں ہوتے عاصف

جب تم لگتے ہوا اس میں ۱۲ \*



اَلَا تَعْلَمُوْنَ اِذْ اَنْفَضُوْنَ فِيْهِ ؕ اس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا مراقبہ کا طریقہ سکھایا ہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ رہو۔ وہ بندے کے پاس سب چیزوں سے نزدیک ہے بلکہ نزدیکتر کہنے سے بھی نزدیکتر ہے۔ کیونکہ حال قرب میں عبارت کی گنجائش نہیں بلکہ جس وقت قرب کو عبارت میں لاتے ہیں بعد ہو جاتا ہے۔ اور قرب یہ نہیں کہیں اس کے پاس گیا یا وہ میرے پاس آیا۔ قرب وہ ہے کہ تو اس میں گم ہو جائے اور اپنے کو اور غیر کو گم کرے اور کچھ نہ سمجھے کہ کہاں تھا۔ کہاں آیا اور طلق اس کا بیان نہ کر سکے۔

نقل ہے کہ کسی بزرگ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص قرب الہی کا بیان کرنا خوب جانتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرب بالود ہونے سے مراد ہے۔ جہاں قرب ہے بیان کہاں

قرب نے بالا و پستی رفتن است | قرب حق از قید ہستی رستن است

ہے جو دم آتا جاتا ہے گویا خزانہ ہاتھ سے لٹا جاتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے مَا جَعَلَ اللهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ اَوْ مِی کو دو دل نہیں دیتے کہ ایک کو خدا کی طرف اور ایک کو دنیا کی طرف مشغول کرے۔ اس کو ایک دل ہے اگر دنیا کی طرف مشغول کیا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے محروم رہا۔ اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف مشغول کیا تو اس میں ایک سو راخ ہو جائیگا۔ جس میں سے آفتاب فیض الہی نظر آئیگا۔ دیکھو جب آفتاب نکلتا ہے تو مشرق سے مغرب تک جتنے درے سامنے آتے ہیں اس کے پر تو سے روشن ہو جاتے ہیں۔ مگر جس کا

لہ کیونکہ جب راہ حق واضح ہوگی عبارت منقطع ہو جائیگی۔ اس لئے کہ عبارت میں تو جب تک ہوتی ہے کہ غیبت مقصود میں ہوتی ہے۔ جس وقت مشاہدہ حاصل ہو عبارت متلاشی ہوگی اور چونکہ صحیح معرفت میں زبانیں گنگ ہیں۔ کتابیں لامحالہ ضائع ہوئیگی۔ اسی سبب سے بعضے مشائخ کبار نے مثل ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم جو کچھ لکھا پانی میں دھو ڈالا ۱۲۔

۱۳۔ نہیں پیدا کئے خدا متوالی لئے واسطے کسی شخص کے دو دل اس کے پیٹ سے ۱۴۔

137109

میں روشندان نہیں ہوتا وہ بیشک نور سے محروم رہتا ہے \*  
پس اگر دل حاضر ہے تو اس راہ سے نور فیض اس کو پہنچے گا اور اگر معاذ اللہ غافل ہے  
تو اندھیرا رہے گا ۵

چون تو از و غافل از تو گزر میکنند

دوست بہر لحظہ بر تو نظر میکنند

مشائخ متفق ہیں کہ تصفیہ و تزکیہ ابتداء میں چاہئے کہ دوام مراقبہ حاصل ہو۔ وگرنہ اعمال  
صالحہ کا التزام فرمانا پختے کھڑے پانی بھرانا ہے ۵

ہرچہ گیر و علتی علت شود

جولہ کے کا شاگرد ایک عمر کے بعد تاگوں میں سانٹھ لگانی سیکھتا ہے۔ بنتا ابھی دور پڑا  
ہوا ہے۔ ساوک سہل امر نہیں ابتداء میں سوائے نفی خواطر کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے  
عینہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مراقبہ میں میری استاوتی ہے۔ اکیار میں نے بتی کو  
دیکھا۔ چپ چاپ نے حس و حرکت چو ہے کی تاک میں اس طرح بیٹھی تھی کہ گویا اس  
میں دم نہیں۔ وقتہ دل میں خیال گزرا کہ لے کسخت بد نصیب وہ تو تیرے واسطے  
ہر جگہ موجود ہے تو تلاش میں بتی کے برابر تو کوشش کر ۵

جزا بکے در منگر دیدہ بد روز

دانی کہ مریارچہ گفت است امروز

مولانا سعد الدین کا شغری نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جتنے کام آسان فرض کئے جائیں  
ان سب میں سے آسان تر خداوند تعالیٰ کا ملنا ہے کیونکہ جو چیز ہوگی ڈھونڈھنے کے  
بعد ملاحظہ آئیگی۔ بخلاف خداوند تعالیٰ کے کہ اس کو ملنے کے بعد ڈھونڈھتے ہیں مولوی  
جمالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۵

دست بگرفتہ مراد عقب خویش کشاں  
ہائے کواں ز پیش میروم و دست نشاں

اگر نے نام دست دست مرا زونہ نشاں  
دست دست من و پانیز بہر جا کہ رود

اس کے یہ معنی ہیں کہ اول حتمت کے بندہ کے دل پر بصفت ارادہ جس کر غلبہ ارادی  
کے ہیں ملود کرتا ہے۔ بعد ازاں بندہ اس بخل کے اثر سے اس کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے

پس اس صورت میں یافت طلب پر مقدم معلوم ہوتی ہے، اصل عار ناجائز ہے ہر وقت یاد آئی ہیں رہنا چاہئے تا آنکہ اپنے سے غائب ہو جاؤ۔ لیکن کیونکر ہر کوئی ہر وقت یاد آئی ہیں حاضر رہے اور اپنے سے غائب ہو جائے، حق سبحانہ تعالیٰ سب سے لطیف تر ہے۔ جس میں لطافت زیادہ ہوگی وہی مشغولی میں اس کی طرف زیادہ ہوگا خواجہ عبدالشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز باز۔ بھری۔ کبوتر۔ تیمتہ وغیرہ جانوروں نے جمع ہو کر سمیخ کے پاس جانیکا ارادہ کیا۔ جب چھوڑی سی ڈور چلے۔ اکثر ان میں سے غدر کر کے راہ میں بیٹھ رہے۔ لیکن جس جانور میں سمیخ میں کچھ تھا وہی سمیخ تک پہنچا۔

جولہ کا کام خاکروب سے صاف ہے۔ سو وہ جاروب کشی نہیں کر سکتا۔ بزاز اپنے کام میں جولہ سے پاکیزہ تر ہے۔ وہ متحمل بننے کا نہیں ہو سکتا۔ جو قوم یاد آئی میں مصروف ہے اس کو کسی اور کی طرف مشغول ہونیکا دل و دماغ کہاں۔ وہ اگر رکوع میں جاتے ہیں قیام و شواہ معلوم ہوتا ہے اور اگر سجدے میں جاتے ہیں سر اٹھانا با معلوم ہوتا ہے، انبیاء ان کے حال پر رشک لیجاتے ہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے نظر خلاق سے بچا کر ان کو اپنی حضوری میں رکھ چھوڑا ہے۔ اس کی ایک مثال کہنی پڑی دھو ہڈا۔

بادشاہ نے ایک شخص کو اپنا ولیعہد کر کے تمام انتظام مالی و ملکی اس کے حوالہ کیا اور ایک خدمتگار ہے کہ ہر وقت اس کی خدمت میں حاضر رہتا ہے۔ سو ولیعہد بادشاہ کا مقرب سہی۔ لیکن خدمتگار خاص بادشاہ کی ذات کا ذکر ہے۔ کسی وقت جدا نہیں ہوتا۔ اگر ولیعہد قرب و وام کی جہت سے خدمتگار کا رخا کر کے تو ہو سکتا ہے ایک روز مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر مولانا جلال الدین بلخی

قدس سرہ کا پڑھا ہے

لسکریدہ عجاہ با بکر عجب اینست این

مشتوق پر عاشق نے دے دے وہا سے نے

اور فرمایا قرب الہی کو تو کوئی کیا سمجھے گا۔ اگر ہزار برس اس شعر کے معنی میں فکر کیے تو معلوم نہیں۔ ہاں اگر کوئی مجاہدہ کرے تو شاید اس کو اراک و یقین عنایت ہو اور وہ سمجھ جائے کہ میری خفیت کھنی و گرنہ میں اس بنیر نہ تھا قطعہ

جس وقت جانتے نہ تھے اور کرتے تھے تلاش  
 کو پاکہ جہاں نہیں وہ جان جہاں نہ تھا  
 جانہ جب اسکو ہم نے کیا دیر کیا عزم -  
 کوئی جگہ جہاں میں کھنی وہ جہاں تھا

اہل اللہ کو قرب و توجہ کا یقین ایسا جاہل ہے جیسے اوز لوگوں کو اپنے وجود کا

ذوالنون قدس سرہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کو دیا مغرب میں کسی مشائخ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کیوں آیا۔ اگر علم اولین و آخرین کے حاصل کرنے کا خیال ہے تو بحال ہے۔ کیونکہ یہ صفت خدا تعالیٰ کی ہے اور اگر اس کی تلاش ہے تو جہاں سے تمام اکتایا۔ وہ وہیں تھا۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں رباعی

زیر پیش بروں ز خویش بند شمت  
 انوں کہ ترایا نستم آئی دائم  
 در غایت سیر خود گماں و شمت  
 کہ اندر قدم نخست بند شمت

پیر ہرات نے کہا ہے وہ اپنے طالب کا لہجہ پکڑے ہوئے جا بجا اپنے کو تلاش کر رہے۔ سبحان اللہ کیا بات کہی ہے۔ رحم اللہ قائلہ قطعہ

یار بالتت تو بجا ہستی  
 با تو وزیر یک کلیمت او  
 جملے دیگر چہ خواہی اے اوباش  
 بس بروا یحرف و حور اباش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: افضل ایمان المؤمن ان یعلم ان اللہ معہ حیث مکان

جملہ بڑے کا ایمان آدمی کا ہے۔ جاننے کہ بیشک اللہ اس کے ساتھ ہے۔ جہاں

صاحب شجاعت لکھتے ہیں کہ اُستادی مولانا عبد الغفور علیہ الرحمۃ والعزیزان نے  
 باہمی تجالی اور اس کی محبت کو کہ جو اشیاء کے ساتھ ہے اس کی نسبت فرمایا ہے  
 کہ وجود ممکن غیر حقیقت ہے اور عارض حقیقت۔ مثلاً زید تصور ذہن میں حقیقی  
 ہے اور وجود خارجی زید کا عارض حقیقت ہے کہ اس کے ساتھ منضم ہوا پس  
 وہ حقیقت اس ضمیر کی مبداء آثار ہے اور وجود واجب۔ بخلاف وجود ممکن  
 اس کی عین حقیقت ہے کہ وہ کسی شے کے انضمام بغیر خود مبداء آثار ہے \*  
 صوفیوں اور حکیموں میں اس جگہ اختلاف ہے کہ جو وجود کہ موجودات کا  
 مبداء آثار ہے وہ کونسا وجود ہے؟ شیخ رکن الدین علاء الدولہ اور بعض صوفی  
 اور اکثر حکما اور متکلمین متفق ہیں کہ وہ ایک صفت ہے صفات حقیقتاً سے جس  
 کا نام فیض وجودی و وجود عالم و نفس الرحمن ہے کہ جس نے موجودات کو اپنے  
 فیض سے مستفیض کیا۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے اتباع اور  
 اکثر صوفی محققین کیا متقدّمین کیا متاخرین اور کچھ حکیم اور کچھ متکلم یہ کہتے ہیں  
 کہ جو وجود کہ مبداء آثار ہے وہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے کہ خود اپنے وجود کی  
 عین حقیقت ہے بلا شرکت غیرے \*

پس ممکنات موجود و وجود واجب میں اور ذات کو اشیاء کے ساتھ ایک ایسا  
 علاقہ محبت کا ہے کہ وہ مجہول الکلیفیت ہے۔ یہاں تک کہ ارباب تحقیق میں سے  
 کیا نبی کیا ولی کیا حکیم کسی نے اس کو بخانا۔ اور اگر کچھ لوگ بقدر استعداد و قابلیت  
 اس رفعت سے واقف ہوئے اور انہوں نے تمثیلیں بیان کیں تو یہ نہیں کہ وہ  
 مثالیں نے الواقع ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ کچھ مناسبت رکھتے ہیں جیسا کہ  
 نسبت عارض مجروض وغیرہ \*

انشہء بنیہ جناب مولانا عبد الغفور کے انتقال کے کئی روز بعد ایک بزرگ نے

لہذا اولاد سعد بن عبد الوہاب صاری ہتر تبیدہ نضر از اجلہ اصحاب لسا جالی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ان کو خواب میں دیکھا اور دیکھتے ہی خیال گذرا کہ یہ تو دنیا سے انتقال کر گئے۔ بارے آگے جا کر کہا۔ السلام علیکم ؟ جواب دیا کہ وعلیکم السلام ! بعد ازاں کہا مولانا صاحب اب تو آپ دارالآخرۃ میں آگئے۔ فرماتے ستر توجہ و وجود معیت حق بہ نسبت اشیاء کہ جس میں حضرت شیخ محی الدین نے غلو کیا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم ہوا۔ فرمایا اس عالم میں اگر حضرت شیخ سے ملاقات کا اتفاق ہوا اتفاقاً میں نے ان سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔ فرمایا کہ بات وہی ہے کہ جو ہم کچھ منکے اس بزرگ نے کہا فرماتے عالم آخرت میں تعلق خاطر منظر ہر جہیلہ سے بھی کچھ ہے یعنی عشق و عاشقی کا بھی کچھ چرچا ہے۔ فرمایا کیا کہتے ہو۔ مذاق عاشقی اگر کچھ ہے تو یہیں ہے۔ کیونکہ عالم اجسام میں اجزاء مختلفہ کی ترکیب سے حُسن حاصل ہوا ہے اور بواسطہ ضدیت اجزاء اس میں خیر اگر عشق جلد زائل ہو جاتا ہے اور اس عالم میں جمع بساطت سے حُسن حاصل ہوا ہرگز قابل فنا و زوال نہیں کیونکہ اس کے اجزاء میں ضدیت و مخالفت کا دخل نہیں بالضرور یہاں عاشقی و عشوقی ہمیشہ کیساں رہتی ہے۔ اتنی بات ضرور ہے جب روح بدن سے مفارقت کرتی ہے تو علاقہ و انس کے باعث (جو اس کو بدن کے ساتھ تھا) چندے جو ہر روح کو تشویش دہتی ہے۔ آخر جب پاک و صاف ہوتا جاتا ہے اسی طرح مذاق عاشقی اس کو حاصل ہوتا جاتا ہے۔

جس وقت مولانا یہ کہہ چکے وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ جو آپ نے فرمایا اسرار آخرت میں سے ہے اور ہم سنتے ہیں کہ اموات کو انشاء راز آخرت کی اجازت نہیں۔ فرمایا کہ یہ بات و اہیات عوام کے کہنے کی ہے۔ تم کو معلوم نہیں کہ اللہ لوگوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کبار امت کو قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کو خواب میں دیکھا اور ان سے عجائبات و غرائب اس عالم کے دریافت کئے۔ قطع نظر انہیں اگر انشاء راز آخرت جائز نہ ہوتا تو قرآن وحدیث میں آخرت کی خبریں کیوں ہوتیں

ایک بار پھر اس بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ مولانا بیچارہ ہیں۔ خیال آیا کہ اس میں کیا بھید ہے۔ شاید دوست خدا کے اکثر اوقات آفات و بلیات ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔ آپ سمجھ گئے فرمائے لگے۔ امراض و ریاضات سے تصفیہ دل و تنقیہ قواعے و مانع ہوتا ہے اور جب تصفیہ و تنقیہ ہو جاتا ہے تو نور مطلق بسط کہ محیط موجودات و مقصود و کیونہات (مخلوقات) ہے قوت و ماعنی سے مشتمل ہو جاتا ہے اور اس معنی کا ظہور ایک شخص سے مخصوص نہیں بلکہ ہیں تو کیا۔ افراد النساں میں کوئی ہو۔ جس کو تنقیہ و تصفیہ حاصل ہوگا اس کی قوت ماعنی سے وہ نور مطلق متعلق ہو جائیگا۔ منہ پر آئی بخت رہا نہیں کرتی۔ مولانا عبد الغفور نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں شیخ بہاؤ الدین عمر قدس اللہ سرہ نے بر خلاف عادت ایک فقہ گھوڑے کو بہت شوق سے پالا تھا۔ جب ان کے یاروں سے سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ بعضے تجلیات صوری آپ کو اس صورت میں معلوم ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کو اس گھوڑے سے رغبت زیادہ ہے۔ یہ فرما کر فرمایا کہ ہم کہتے ہیں کہ خصوصیت ہر صورت کی بہ نسبت ارباب کشف و مجاہدات اختلاف استعداد و اختلاف معانی و حقائق کے سبب سے ہوتی ہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو تجلی صوری لباس درخت میں کہ وادی امین میں تھا واقع ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان مخطط کی شکل میں جیسا کہ بعض صدیقین اس امر پر ناطق ہیں۔ اتنے کلامہ

واضح ہو کہ حضرت شیخ اعظم محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے بعض مولانا میں لکھا ہے کہ رات دہلی علی صورت النفس سو حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ نے اس کے معنی یہ فرمائے ہیں کہ سالک حق سبحانہ تعالیٰ کو تجلیات صوری میں دیکھتے ہیں تو وہ آثار سے منسوب ہے اور تجلیات نوری میں دیکھتے ہیں تو افعال سے اور تجلیات معنوی میں تو صفات سے

اور تجلیات ذوقی ہیں تو ذوات سے \*

پس تجلیات صوری آثار سے علاقہ رکھتے ہیں۔ ان میں حق سبحانہ لٹھلے صورت جمیع اشیاء میں کیا منقولات غنصری کیا سعادون کیا نباتات کیا حیوانات کیا انسان سب میں بندہ پر تجلے فرماتا ہے اور جب کسی چیز پر موانید مثلاً شہ سے تجلے کرتا ہے تو جس وقت کہ تجلے اس مرتبہ سے دوسرے مرتبہ پر کہ اس کے اوپر ہے ملیگی تو اس مولود کے افق میں ہوگی بعد ازاں دوسرے مولود میں کہ جو اس کے اوپر ہے مثلاً سعادون پر تجلے کی۔ اب جس وقت نباتات پر نوبت پہنچی تو یہی صورت میں تجلے کر لگیا کہ جو مرتبہ نباتات و مرتبہ حیوان سے قریب تر ہے یعنی اس میں نمو ہو اور کوئی صفت حیوان کی بھی پائی جائے مثلاً کوئی درخت ایسا ہو کہ جس کا سر آرکٹ دیا جائے تو وہ خشک ہو جائے یا ایسا درخت ہو کہ جب تک ٹھنی درخت زر کی درخت ماوہ سے نہ چھوائیں۔ پھلے پھولے نہیں جیسا کہ خواص حیوان میں سے ہے کہ جب تک زیادہ سے جفتی نہ کھائے پتہ نہ جسے اور جب مرتبہ حیوان سے انسان پر نوبت پہنچے گی تو گھوڑے کی صورت میں تجلے کر لگیا کیونکہ گھوڑا اشور کی جہت سے افق و اقرب حیوانا مستحب ہے نسبت انسان سے \*  
پس اوڑ کوئی صورت تجلیات میں اس کے آگے نہیں نہایت تجلے صوری مرتبہ انسان میں یہ ہے کہ حق سبحانہ لٹھلے سالک کی صورت پر تجلے کرے۔ اللہ اللہ سالک کی واسطے اس مقام سے زیادہ سخت مقام کوئی نہیں۔ اس واسطے کہ وہ اس تجلے میں اپنے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ کل موجودات پر اپنی کو محیط دیکھتا ہے سُبْحَانِي مَا عَظُمَ شَرِي اَنَا الْحَقُّ لَيْسَ فِي حُبِّي سُبُوْتُ اللّٰهِ هَلْ فِي الدّٰرَيْنِ عَيْرِي \*

یہ سب اسی تجلے کی شائیں ہیں۔ اہل کشف کے قدم کو اس تجلے صوری میں بیشتر لغزش ہو جاتی ہے اور حکماء کے قدم نے تجلے معنوی میں لغزش



کھائی ہے کہ درکات معنوی پر منحصر ہو کر متابعت انبیاء علیہم السلام سے اعراض کر کے گمراہ ہو گئے اور چونکہ اولیٰ متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے محفوظ ہیں اگر غلبات سکا رہیں ان سے ہونٹھو میں آیا تو حال صحیح میں اس سے ثابت ہو گئے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے ان کو منازل تجلیات صوری و نوری و معنوی سے نکال کر تجلیات ذوقی و ذالی عنایت کرین ذلک فضل اللہ

کین

یُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ  
 تنبیہ ابوالبرکات تقی الدین علی دوسوی کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صحاب میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب تک ساک وقت تجلے اور اک صورت کرتا ہے وہ تجلے اگرچہ تجلے حق سے صوری ہوتی ہے حقیقتاً لے کو اس سے منزہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا کہ انی انا اللہ۔ اگر کوئی کہے کہ درخت خدا تھا تو کافر ہوگا اور اگر کہے کہ یہ کلام خدا کا نہ تھا تو بھی کافر ہوگا۔

پس تجلے صوری کی واسطے یہ اعتقاد کرنا چاہئے۔ اخی علی دوسی کہتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا۔ حضرت نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم کو ان کا واقعہ بہت پسند آیا۔ حقیقتاً لے انے اب کے ان پر ایک بار کل موجودات کی صورتیں تجلے فرمائی تھی۔ انہوں نے جن الفاظ میں کہ حقیقتاً لے نے چاہا تبیح و نیز یہ حق کی اس وقت آواز آئی کہ علی تو نے مجھے دیکھا۔ کہا خدا نہیں۔ فرمایا پھر یہ جو دکھائی دیا کیا تھا۔ کہا۔ الہی یہ سب تیرے آثار و افعال و صورت صفات ہیں تو صورت سے منزہ ہے۔ جب یہ کہا تو حقیقتاً لے نے اس بات کو بہت پسند فرمایا اللہ سبحان ربک رب العرش عما یصفون و سجدوا لہم علی المرسلین و اسجد للرب العالمین  
 خدا نے مجھے کیا ہو گیا۔ دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ۔ دل میں تو یہ تھا کہ

اللہ جل شانہ کے بلنے کا طریق جو پیر طریقت حضرت خواجہ عبد الخالق عجدروانی  
رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اس کا بیان کروں۔ بعد ازاں امام الطریقت  
حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ سے جو وصول الی اللہ کا طریق  
چلا آتا ہے اس کا ذکر۔ پھر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے  
جو طریقہ رائج ہوا اس کا حال لکھوں۔ لیکن چونکہ دل قابو میں نہیں عالم  
شوق میں کیا جائیں کیا کیا کہ گیا۔

المختصر شجاعت میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق عجدروانی رحمۃ اللہ علیہ  
فرماتے ہیں کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ سرار تم کی بنا ان گیارہ کلمات پر ہے۔

(۱) ہوش در دم \* (۲) نظر بر قدم \* (۳) سفر و وطن \*  
(۴) خلوت و راجح \* (۵) یاد کرد \* (۶) بازگشت \*  
(۷) نگاہداشت \* (۸) یادداشت \* (۹) وقوت زمانی \*  
(۱۰) وقوت عددی \* (۱۱) وقوت قلبی \*

## ہوش در دم

ہوش در دم سے مراد یہ ہے کہ جو سالس اندر سے باہر آئے حضور و آگاہی سے  
خالی نہو۔

حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قدس روحہ نے فرمایا ہے کہ ہوش در  
دم یعنی دم کی آمد و شد غفلت و بے شعوری سے نہو بلکہ حضور ہی سے ہر  
ہرگز کوئی دم یا دالہی سے خالی نہ جائے پائے کیونکہ اس طریقیت دم کی آیت  
ضروریات سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص دم کی نمانت نہیں کرتا اہل  
طریقت اس کو کہتے ہیں کہ فناں شخص نے اپنے دم یعنی طریق درویش کو  
کھودیا۔

خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس طریقہ میں اصل معاملہ دوم ہے ہرگز اس کی آمد و شد کو ضائع نہ کریں رباعی

اے ہاندہ زبیر علم برسا جل عین	وز کفر اذنت مست و برسا جل شین
بروار صفی نظر و معین کو نہیں	آگاہ بہ بحر باش بین النفسین

مولانا عابد البکیر نے فرمایا ہے کہ طریقہ خواجگان میں اصل اعظم ہوش و دم ہے اگر کوئی ہم کسی کا غفلت میں گذر کسی نے گناہ سمجھا کسی نے کفر شیخ عطا

مشکوٰۃ

ہر آن کو غافل ازو سے یکرمان عت	در آندم کافر ست اما نہان ست
اگر آن کا فر سے پیوستہ بودے	در اسلام برو سے بستہ بودے

فرماتے تھے کہ جس طرح عوام کو معصیت سے پرہیز لازم ہے جو احسن کو غفلت سے کہ عوام سے مواظبت معصیت کے سبب سے ہوگا اور خواص سے غفلت کے سبب سے ہوگا

یا کن با پیسلیاں روستی	یا بنا کن خانہ در خورد پسیل
کم نشیں با بار ارزق پیرہن	یا بکشین خانج ماں انگشت نیل

خواجہ زہستنی خلیفہ دوم خواجہ محمود قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ رات دن میں تین سو ساٹھ بار نظر رحمت سے بندہ مومن کی طرف دیکھتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ دل میں ہوتی ہوئی تین سو ساٹھ اوردہ و شراعتیں اعضاء جسم کی طرف گئی ہیں۔ جبکہ دل ذکر ہر دم سے متاثر ہو کر منظور نظر حق جل شانہ ہوتا ہے تو اس نظر کا اثر دل سے تمام اعضاء میں پہنچتا ہے تاکہ ہر عضو اپنے لائق مشغول طاعت ہو اور ہر عضو کے نور طاعت سے ایک فیض کہ جس سے نظر رحمت مراد ہے دل پر پہنچے۔

حضرت مخدومی مولانا نور الدین عابد الرحمن جامی قدس سرہ السامی شرح

رباعیات میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابو ایمنہ محمد بن زکریا قدس سرہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ نفوس حیوانات پر ذکر جاری ہے کہ ان کے دم کی آمد و شد سے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں وہ عزت کے سبب ہوتی ہیں۔ سبحانہ پر دل ہے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہی عزت ہوا ہم چار کسا اللہ ہے اور الف لام اللہ میں تشریف ہے اور تشریف یہاں لکھا ہے۔

پس چاہئے کہ جس وقت اس حرف شریف کو زبان پر لکھے ہو ہمیشہ حق پرست کا لحاظ رکھے اور دم کی آمد و شد میں ہشیار رہے کہ حضور مع اللہ میں تصور واقع ہوتا ہے تو آنکھیں کواں نسبت کا ملکہ حاصل ہو جائے اور کسی طرح دور نہ ہو سکے رباعی

والفہام ترا بوردہ الہ عزت لاس  
حرفی گفتہ شکرین اگر داری پاس

ناغیب ہوتی آمد ای حرف شناس  
باش آگہ از ان حرف در مید و ہراس

واضح ہو کہ غیب ہوتی کہ حضرت محدودی نے اس رباعی میں ارشاد فرمایا۔ اصطلاح اہل تحقیق میں باعتبار لائعین ذات حق سبحانہ سے مراد ہے یعنی بشرط اطلاق حقیقی اطلاق میں بھی مقید نہیں اور ممکن نہیں کہ اس مرتبہ میں کوئی علم وارد آکے بھی اس سے متعلق ہو گویا اس حیثیت سے بہول مطالب ہے۔

مولانا عبد الباقی فرماتے ہیں کہ جن دنوں مولانا علاؤ الدین قدس سرہ اللہ تعالیٰ مجاور حرم تھے میں ان کی خدمت میں بہت آتا جاتا تھا۔ ایک روز آپ

سہل بن عبد اللہ تشریح فرماتے ہیں کہ ذات الہی موصوفہ بعلم ہے لے اس کے اہل کو کوئی کسی جس سے دریافت کرے یا دنیا میں دیکھ سکے اور حقیقت ایمان میں بجد و نہایت دور یا ذرا ہو جو رہے اور بلا علو اپنے ملک میں صنع و قدرت سے ظاہر ہے خلق کہ ذات سے تو ہے اور انہا ایسا ہے ہرگز نہ کہتا ہے دل اسکو لگا دیکھتا ہے اور عقلمندان اور اک نہیں کہہ سکتے کہ اس کے قیوم کی ذمہ داری ہے اس کو قیوم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی ذات کو مدد نہ دے ہو۔

سہ از کبار صحاب مولانا سعد الدین کا شعری ۱۴

مجھ سے پوچھنے لگے کہ ظلم کسے کہتے ہیں۔ میں نے کہا وضع شے غیر محل پر کرنے کو فرمایا کہ دل محل یا وحق ہے۔ سوائے حق جو کچھ دل میں کھینکے وہ ظلم ہوگا پھر ایک روز فرمانے لگے ذکر کسے کہتے ہیں۔ میں نے کہا لا الہ الا اللہ کو۔ فرمایا یہ ذکر نہیں۔ اس کو عبادت کہتے ہیں۔ میں نے کہا اب آپ فرمائیے۔ فرمایا ذکر وہ ہے کہ آدمی دل میں جان لے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ جاہل بن کر کسی دن کوئی نماز کی نیت یوں باندھے کہ نیت کرتا ہوں نماز کی واسطے اس خدا کے جس کو میں نہیں جانتا اللہ اکبر \*  
 مولانا فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھ پر حالت طاری ہوئی اور شہود امر نے کیفیت و کم ایسا حاصل ہوا کہ اس کو کسی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ دفعتاً اسی حالت میں حضرت مولانا سعد الدین تشریف لے آئے فرمانے لگے بہائی اس کو کھونا نہیں۔ مولوی عبدالبکیر نے جو فرمایا تھا کہ کسی روز جاہل بن جانا چاہئے اس کے معنی یہی ہیں \*

## نظر بر قدم

اس سے یہ مقصود ہے کہ چلتے پھرتے شہر جنگل میں نظر پشت پا پر رہے تاکہ نامحرک وغیرہ پر نہ پڑے \*

شاہ احمد سعید صاحب مجددی فرماتے ہیں کہ اس مقام میں مہبتدیوں کی نسبت قصہ و الحان و آواز کے سننے کے واسطے بھی یہی حکم ہے۔ بخلاف سنتھیوں کے کہ وہ کسی کی نہیں سننتے۔ اپنے حال پر نظر رکھتے ہیں کہ کون سے نبی کے قدم پر چل رہے ہیں۔ انتہی کلام \*  
 صاحب رشحات لکھتے ہیں کہ سالک جو منازل مستی قطع اور مقامات خود پستی طے کرتا ہے شاید نظر بر قدم کا اشارہ برعت سیر کی طرف ہو یعنی جس جگہ

اُس کی نظر منتہی ہو فوراً اسی جگہ قدم رکھے \*  
 ابو محمد ریش فرماتے ہیں الصَّوْفِي لَا يَسْبِقُ هَيْئَةَ خَطْوَتِهِ \*  
 البتہ صوفی وہ ہے کہ اُس کا خیال اُس کے قدم کے برابر ہے۔ یعنی ہمہ تن  
 حاضر ہو۔ دل ماں جہاں تن۔ تن و ماں جہاں دل۔ قول و ماں جہاں قدم  
 قدم و ماں جہاں قول۔ مگر یہ نشان حضور می بے غیبت کا ہے بخلاف اسکے  
 کہ از خود غائب و بحق حاضر ہو۔ نہیں بلکہ بحق حاضر و بخود حاضر۔ جس کو جمع  
 کہتے ہیں \*

المختصر حضرت مولانا جامی منقبت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ میں فرماتے  
 ہیں مشنوی

درنگوشہ نظرش از قدم  
 باز نامذہ قدمش از نظر

کم ز وہ نے ہمدئے ہوشش دم  
 بسکہ ز خود کردہ بسرعت سفر

## سفر و وطن

سفر و وطن سے یہ مراد ہے کہ سالک صفات بشری میں سفر  
 کرے یعنی صفات بشری سے صفات ملکی کی طرف اور صفات زمینیہ سے  
 صفات جمیدہ کی طرف انتقال کرے۔ بعضے کہتے ہیں سفر ہی کرنا چاہئے کہ  
 ریاضت و مجاہدات اور خویش و اقربا کی جدائی سے عادت بھی و مالوفات  
 طبعی میں فرق آکر تصفیہ قلبی حاصل ہوتا ہے \*

حضرت مولانا سعد الدین جموی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ شخص خبیث  
 ما و تیبکہ صفات خبیثہ سے پاک نہو۔ جہاں جائے جماعت اُس کے ہمراہ ہے \*  
 فانکح واضح ہو کہ احوال مشلح اختیار سفر اقامتیں مختلف سے  
 بعضے شروع میں سفر کے آخر میں مقیم ہو جاتے ہیں بعضے بدانت و نہایت







پس یہ اشارہ اسی مقام کی طرف ہے طریقہ بصحبت است و در خلوت شہرت  
است و در شہرت آفت است و خیریت و جمعیت است و جمعیت در صحبت بشرط  
نہی بودن در یکدگر \*

خواجہ کبیر الاولیاء قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن ہے کہ بازار جامعے  
تو ایسی محویت ہو کہ کسی کی بات نہ سنے اور یہ بات طالب کو بشرط کوشش پانچ  
چھ روزیں حاصل ہوتی ہے \*  
رہنم الحروف کہتا ہے کہ خلوت در انجمن یعنی جمع در تفرقہ کا مقام سخت  
نازک ہے \* ۵

در کفنی جام شریعت در کفنی ندان عشق | ہر ہوشنا کے چہ دانہ جام و سندان باطن

صاحب کشف المحجوب بہت کچھ لکھ کر لکھتے ہیں کہ جمع کی دو صورتیں  
ہیں۔ جمع سلامت و جمع تکسیر۔

جمع سلامت یہ کہ خدا کے تقابلے غلبہ حال و قوت و جد و قلق و شوق بندہ

کو عنایت فرمائی اور امر ظاہر جاری رکھنے کو خود اس کا حافظ بن جائے جیسا کہ

سہل بن عبد اللہ و ابو حفص حداد و ابو العباس سیاری مروزی و بایزید <sup>سطابی</sup>

و ابو بکر شبلی و ابو الحسن حصری کہ ہمیشہ مغلوب الحال رہتے تھے۔ لیکن جب غلام

کا وقت آتا آفاقہ ہو جاتا اور جب نماز سے فارغ ہوتے پھر مغلوب ہو جاتے

کیونکہ جب تک تو محل تفرقہ میں ہے تو کچھ حکم بجالانا پڑیگا۔ اور جب وہ

تجھ کو اپنی طرف کھینچ لینگا وہ اپنے احکام کی رعایت و وجہ سے خود کر لینگا

ایک یہ کہ نشان بندگی اٹھنے نہ پائے۔ دوسرے یہ کہ وعدہ ہے کہ شریعت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ہرگز منسوخ نہ کرونگا \*  
اور جمع تکسیر وہ ہے کہ بندہ حکم بجالانے میں مجاہدین کی طرح والہ و پور

ہو اور اس کی صورتیں ہیں ایک یہ کہ معذور ہو۔ دوسرے یہ کہ مشکور ہو

اور ظاہر ہے کہ جو مشکور ہے معذرت سے قوی تر ہے \*  
 بارگاہِ سمدہ نہ مقام جمع مخصوص نہ اس کا ایک حال -  
 کیونکہ کبھی جمع جمع ہمت معنی مطلوب میں ہوتی ہے  
 اور کبھی کشف اس معنی کا مقامات میں ہوتا ہے اور کبھی احوال میں جمع ہمت  
 مراد اس سے ہے کہ جیسے مجنوں کی ہمت لیلیٰ کی طرف مجتمع ہوتی ہے کہ سوائے  
 اس کے اس کو نظر نہ آتا تھا۔ تمام عالم میں کل موجودات کا رنگ اس کے  
 حق میں بصورت لیلیٰ ہو گیا تھا یا جیسا کہ ایک روز حضرت بایزید علیہ الرحمۃ حجرہ  
 میں تھے ایک شخص نے کہا ہَلْ أَبْوَيْزِيدٌ فِي الْبَيْتِ؟ فَقَالَ أَبُو بَيْزِيدٍ  
 هَلْ فِي الْبَيْتِ إِلَّا اللَّهُ! یعنی ابو یزید گھر میں ہے؟ کہا گھر میں بجز حق کوئی  
 نہیں!

اصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو ہر محبت کو اپنے دوستوں پر تقسیم فرما کر  
 ان پر انسائینٹ کا حجاب چھوڑ دیا تاکہ وہ جو ہر اپنی توت سے اس کے اجزا  
 کو جن سے ملا اپنی صفت پر کر لے۔ پس ارباب معنی و اصحاب اللسان نے  
 اس کا نام جمع رکھ دیا۔ حسین منصور فرماتے ہیں ۵

بیک بیک یا مقصدی و منادعی یا منطقی و اشاراتی و ایمانی و یا جملتی و یا عنصری و اجزائی	بیک بیک یا سیدی و مولائی یا عین عین وجودی و یا منتهی ہستی یا کل کلی و یا سمعی و یا بصری
--------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------

جس کے نزدیک اوصاف ہستی مستعار تھا۔ اس کے نزدیک اثبات ہستی  
 عار تھا اور دین و دنیا کی طرف رجوع ہونا زمار۔ اور موجودات خوار \*  
 یاد کرد

ذکر کو کہتے ہیں ستانی ہو یا قلبی \*  
 یاد کرد

حضرت مولانا سعد الدین کا شغری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تعلیم ذکر کا یہ طریقہ ہے کہ شیخ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور مرید اپنے دل کو حاضر کر کے شیخ کے دل کے برابر رکھے اور آنکھ - منہ بند کر کے زبان تالو سے لگائے اور دم کو روک کر تعظیم و قوت سے شیخ کی طرح دل سے ذکر شروع کرے اور ایک سانس میں تین بار کہہ جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خلاوت ذکر معلوم ہوگی اور اگر نہ ہو ذکر سے باز نہ آئے۔

نجات میں لکھا ہے کہ ابتداء میں جب شیخ ابو بکر بن عبد اللہ الطوسی النساج نے مجاہد سے بہت کئے اور مشاہدہ کی نوبت نہ پہنچی تو ایک روز رونے لگے آواز آئی کہ نساج باور و طلب خو کن ترا بیافت چه کار۔

دوسرا طریقہ کہ آسان تر ہے یہ ہے کہ دم کو زیر ناف بند کر کے ہونٹ سے ہونٹ ملائے اور زبان تالو سے لگا کر حقیقت دل کو کہ عبارت مدک سے ہے یعنی جس سے اندیشہ دنیا وغیرہ کیا جاتا ہے اور جو طرفۃ العین میں آسمان و زمین میں آتا جاتا ہے تمام خیالات سے بیزار کرے اور اس کو گوشت کے ٹکڑے کی طرف نہ پھلے چپ میں بصورت صنوبر ہے متوجہ کر کے ذکر میں اس طرح مشغول ہو کہ کلمہ کا کو سر تک لیجائے اور کلمہ اللہ کو داہنے موٹھے کی طرف حرکت دے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کو بقوت تمام دل پر ضرب کرے۔ یہاں تک کہ تمام اعضاء میں اثر حرارت پیدا ہو اور طرف لفظی میں تمام موجودات کو فنا اور طرف اثبات میں وجود حق سبحانہ تعالیٰ کو بنظر بقا ملاحظہ کرتا ہے ہرگز اسی ذکر میں مشغول رہے۔ ہزار کچھ ہو کسی طرف خیال نہ کرے تاکہ تکرار سے سبب سے صورت مقصد دل میں جم کر ذکر ملازم دل ہو جائے و اذکر وا

لَنْ يَدْرَا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝

مولانا علماء الدین آبری کہتے تھے کہ جس وز مولانا سعد الدین کا شغری

قدس اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بعضی اثبات کے لئے ارشاد فرمایا تو فرمائے لگے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کو بالذات تمام اشیاء پر محیط سمجھنا چاہئے اور اگر علماء سے ظاہر تاویل نہ کریں تو آئے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطٌ ۝ اس بیان کی شاہد ہے۔ مولانا کہتے تھے کہ میں یہ سن کر سن ہو گیا۔ آپ سمجھ گئے فرماتے لگے کہ علماء ظاہر آئے قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا کے لحاظ سے کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا علم جمیع اشیاء پر محیط ہے۔ اس پر بھی اعتقاد کرنا چاہئے۔ یہ سن کر میں اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔ دوسرے روز جب حاضر ہوا۔ فرمایا علماء الدین اہل تحقیق معتقد ہیں کہ جامعیت ذاتی ہے کچھ فائدہ نہیں تم وہی اعتقاد رکھو۔

فائدہ اعطاء و معیت کو کبار محققین نے دو طرح بیان کیا ہے۔ ذاتی و صفاتی اور ذاتی کی دو قسمیں ہیں:- اول معیت ذات کہ جمیع ذات موجودات کے ساتھ کے کیف و کم بر بیل عموم ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطٌ ۝ دوم معیت ذاتی اختصاصی کہ جو خاص مخلوقوں کے واسطے ہے جیسا کہ لا خَيْرَ لَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ يَا وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ لیکن معیت صفاتی ایک معیت ہے بحسب علم و قدرت و سائر صفات حضرت الوہیت کما قال اللہ تعالیٰ وَقَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ سو اس جگہ مقصود حضرت مولانا سعد الدین روم علیہ الرحمۃ نے سے ہے۔ سبحان اللہ کیا کہا ہے مولانا

ہست رتب الناس را با جان ناس	انصالی نے تکلیف نے قیاس
-----------------------------	-------------------------

یاو کرد کے کہ در پیش است	مولانا سعد الدین رومی کہ اصحاب حضرت مولانا سعد الدین کلثومی
--------------------------	-------------------------------------------------------------

میں سے ہیں صاحبِ شجاعت نے ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جس زمانہ میں میں موضعِ روح میں رہتا تھا۔ ایک روز دل میں آیا کہ فقیری اختیار کیا کیجئے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ہر ات میں کوئی بزرگ ہے۔ ایک شخص نے شیخ صدر الدین روای خلیفہ حضرت زین الدین خوانی کی تعریف کی۔ میں اسی وقت شہر کو روانہ ہوا۔ راہ میں شیخ کا مزار تھا اول ماں پہنچا۔ اتفاقاً شیخ صدر الدین مریدوں کے ساتھ ذکر میں مشغول تھے میں ایک طرف بیٹھ کر ان کو دیکھنے لگا۔ آخر دل گھبرایا۔ شہر کی طرف چلا۔ راہ میں ایک شخص ہمارے گانو کا ملا سعد الدین کا شغری رحمتہ اللہ علیہ کا صحبت یافتہ ملا۔ اس نے کہا کہاں سے آئے۔ کہاں چلے۔ میں نے تمام حال بیان کیا کہنے لگا جامع مسجد میں جاؤ۔ ایک شخص کبھی کبھی یاہوں کے ساتھ و ماں بیٹھا کرتا ہے۔ میں یہ سن کر سید ماں وہیں پہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مولانا عبد الرحمن جامی اور کئی شخص چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک طرف دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا کبھی شیخ صدر الدین کی مجلس کے شور و غل کا خیال کرتا تھا کبھی ان کے سکوت کا خطرہ دل پر گزرتا تھا۔ اتنے میں مولانا نے سر اٹھا کر مجھے پاس بلایا اور فرمایا کہ اگر غلام یا نوکر مرزا شاہ رخ کے سامنے کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہے شاہ رخ۔ شاہ رخ۔ شاہ رخ۔ تو بڑی لمبی ادنیٰ کی بات ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ نوکر بادشاہ کے اور بندہ خواجہ کے آگے چپ چاپ موٹو حاضر رہے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا

کارناوان کو تہ اندیش است | یاد کرو کسے کہ در پیش است

## پازگشت

پازگشت وہ ہے کہ جب ذاکر زبانِ دل سے کلمہ طیبہ کہے بعد اسی زبان

سے مناجات کرے کہ خداوند اے تو اور تیری رضا میرا مقصود ہے۔ میں نے دنیا و آخرت کو تیرے واسطے ترک کیا تو اپنی نعمت مجھ پر تمام کر۔ کس لئے کہ بھلا یا برا جو خطرہ ہو گا یہ کلمہ اس کو لغوی کرے گا اور ذکر فالصہ بجائے گا اور بالفرض اگر شروع میں کلمہ بازگشت کے اندر صدق نیت حاصل نہ ہو تو ترک کرے کہ انشاء اللہ تدریجاً سب کچھ ہو رہے گا۔

جناب مولانا علاؤ الدین علیہ الرحمۃ کہ حضرت مولانا سعد الدین قدس سرہ کے بڑے مریدوں میں ہیں فرماتے ہیں کہ جن لوگوں مجھ کو حضرت مخدوم نے ذکر سکھا کر بازگشت کا حکم دیا۔ تو جب میں کہتا کہ خداوند اے تو اور تیری رضا ہے۔ مجھے شرم آیا کرتی تھی۔ کیونکہ میں اپنے قول کا پتہ نہ تھا۔ صریح جانتا تھا کہ جھوٹ کہتا ہوں۔ آخر اسی خیال میں ایک روز حضرت کے پاس حاضر ہوا۔ فرلنے لگے علاؤ الدین تم شیخ بہاؤ الدین عمرو کے پاس جاؤ۔ میں گیا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ حضرت شیخ زکین الدین علاؤ الدولہ قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہاں تک اپنے دل میں صدق نیت نہ پائے اس کو چاہئے کہ یہی کہے کہ خداوند اے تو اور تیری رضا ہے۔ میں نے دنیا و آخرت کو تیرے واسطے ترک کیا تو اپنی نعمت مجھ پر تمام کر۔ آخر حقیقت صدق ظاہر ہوئی۔ میں ان سے رخصت ہو کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منے لگے شیخ اہل جذبہ ہیں۔ اصطلاح نہیں جانتے۔ میں اس کے معنی نہ سمجھا۔ یہ کہے بعد معلوم ہوا کہ غرض اس کلام سے یہ تھی کہ شیخ نے بطریق جذبہ بعینہ پائی ہے نہ بطریق سلوک۔ اور وہ طریق ارشاد نہیں جانتے اور میں اس زبانہ میں اس قابل نہ تھا کہ حضرت مفصل حال مجھ سے کہتے۔ لیکن جب تک شیخ سے بازگشت میں وہ کلمہ پڑھتا تھا سو وہ کلمات سے کہہ کر مفصل رہا کرتا تھا۔ اس روز سے وہ حال جاتا رہا۔

## نگاہداشت

نگاہداشت دفع خطرات و حدیث نفس سے مراد ہے یعنی ایک دم میں کئی بار کلمہ طیبہ کہنا کہ غیر کا خیال نہ آیا \*

حضرت مولانا سعد الدین قدس سرہ نے اس کلمہ کے معنی میں فرمایا ہے کہ سالک کو چاہئے کہ ایک ساعت یا دو ساعت یا زیادہ اس سے جس قدر تیسر ہو اپنے دل کو خیال ماسوی اللہ سے بچائے \*

مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ عبدالشکر رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید تھے۔ ایک روز ایک موقع پر فرماتے تھے کہ نگاہداشت میں عثمانی الہی سے یہ بلکہ حاصل کیا ہے کہ صبح صادق سے لیکر چاشت تک دل خطرات

غیر سے اس طرح محفوظ رہتا ہے کہ گویا قوت تخیل بیکار ہو گئی \* واضح ہو کہ قوت تخیل کی بیکاری اگرچہ وہ گھنٹے کیوں نہ ہو اہل تحقیق کے نزدیک بڑی بات ہے۔ بعضے کمال اولیا کو کبھی حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت شیخ

محمی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات میں جبکہ سجود و قلب کا بیان کیا سوال و جواب خواجہ محمد حکیم ترمذی قدس سرہ میں تحقیق اس بحث کی فرمائی کہ یہاں اس کا ذکر مناسب معلوم نہیں ہوتا \*

بالجملہ خطرے چار قسم کے ہیں :- (۱) خطرہ رحمانی (۲) خطرہ ملکائی (۳) خطرہ شیطانی (۴) خطرہ نفسانی \*

خطرہ رحمانی تنبیہ غفلت کے لئے \* خاطرہ ملکائی ترغیب طاعت کے لئے \* خطرہ شیطانی رغبت معصیت کے واسطے \* خطرہ نفسانی مطالبہ شہوت کے واسطے \*

خواجہ اولیا خلیفہ دوم حضرت خواجہ عبد الخالق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے

کہ مطلق خطرہ کے نہ آنے سے یہ مراد نہیں کہ کوئی خطرہ ہی نہ آئے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح کوڑا کرکٹ دریا پر پانی کی روانگی کا مانع نہیں اسی طرح خطرہ مزاحمت نسبت باطنی کا نہ ہو۔ اور فرمایا کہ میں نے خواجہ علاؤ الدین عجمدوانی سے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ ارواحہ کے بڑھ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ایک بار پوچھا تھا کہ تمہارے دل پر خطرہ غیر کا نہیں گزرتا۔ فرمایا نہیں گزرتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نہیں بھی گزرتا۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا ہے جوں بغامت تیز شد آں جورواں غم نیسا ند در درون عاشقاں اور اسی قول کا موید کلام خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ کا ہے کہ احتراز خطرات سے دشوار ہے۔ ہم بیس برس نفی میں رہے۔ ایک وز نسبت دفعتاً وہی خطرہ گذرا لیکن الحمد للہ ٹھیر نہ سکا۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ خطرات کا اعتبار نہیں مگر ٹھیرنے نہ دیں کہ ٹھیرنے سے مجاری فیض میں سدہ بڑجاتا ہے۔

شیخ ابوسعید بخاری سے کسی نے پوچھا تھا کہ جس وقت خطرہ دل پر گزرے اور بازگشت سے نفی کیا جائے تو ہم کیونکر جانیں کہ نفسانی تھا یا شیطانی یا رحمانی۔ فرمایا کہ جس لباس میں پہلے آیا تھا اگر اس میں آیا نفسانی تھا کیونکہ ابرام (اضرار) و بجاج (دہٹ) اور ایک آرزو کو مکرر چاہنا۔ جب تک اس کا کام نہ ہو۔ نفس کی صفت سے اور اگر اقد لباس میں آیا تو شیطانی تھا۔ کس کو اس کا مقصود و اضلال و اغول ہے۔ اگر ایک لباس میں گمراہ نہ کر سکا دوسرے میں آیا اور خاطر رحمانی خاطر اول ہوتا ہے کہ بے علت حق کی طرف سے دل پر گزرتا ہے۔

شہنشاہ و مہمان حضرت ابوسعید فضل اللہ بن محمد المہبتی رضی اللہ عنہما کے موسم میں پشاپور سے طوس کو جلتے تھے۔ ایک جگہ جرابول



میں آپ کے پاؤں کو سردی معلوم ہوئی۔ ایک درویش کہتا ہے کہ میرے دل پر خیال آیا کہ اپنا ڈوپٹہ پھاڑ کر پاؤں میں لپیٹ دوں۔ لیکن قیمتی تھا۔ پھر خیال کیا کہ بڑا نقصان ہوگا۔ جب طوس پہنچے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خطرہ شیطانی والہام ربانی یعنی خطرہ رحمانی میں فرق ارشاد کیجئے۔ فرمایا الہام حق وہ تھا کہ تجھ سے کہا کہ دوپٹے کے ٹکڑے کر کے ابو سعید کے پاؤں میں لپیٹ دے۔ اور خطرہ شیطانی وہ تھا جس نے تجھے دوپٹے کے پھاڑنے سے منع کیا۔

المختصر شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں خطرات کے موقوف ہونے کے بعد فنا کے قلب حاصل ہوتی ہے اور اگر کبھی کوئی خطرہ دماغ کی طرف سے آئے تو بعد از فنا کے نفس وہ بھی جاتا رہتا ہے۔ فنا کی چار قسمیں ہیں :-

فنا کے خلق :- یعنی خلق کی طرف سے امید و بیم دل میں نہ رہے۔  
خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تا وقتیکہ طالب کو برا کہنا لوگوں کا برا معلوم ہو۔ سمجھنا چاہئے کہ مہنوزائش کے دماغ میں بوعے معنی نہیں پہنچی۔ کیونکہ اہل تحقیق میں لا فاعل فی الوجود الا اللہ مقرر ہو چکا ہے۔ امیر خسرو نے

گرا زوشنام رنجی و شوی از مدح خوشش طفلی

دلے مرد آنز مال گردی کہ ہر دو گردوت یکساں

پس جو کچھ محبت کو محبوب سے پہنچے باعث سرور و حضور ہے۔ ایک روز آپ ایک شخص سے فرماتے تھے کہ اے عزیز جو کام منسوب بغیر نظر آئے اس کو مجازی سمجھو۔ حقیقی کفاعل حقیقی مطلق خدا ہے جس جگہ فرمایا قل یتو بیکم ملائک الملوک ۵ از روئے مجاز ہے اس کی حقیقت اللہ یتو بی الا نفس جان مؤمن

۱۰ کہ قبض کرے تم کو فرشتہ موت کا ۱۱ اللہ یتو بی قبض ارواح کرتا ہے نزدیک موت اللہ کی کلمہ

چھاسی طرح ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اھمال ابلیس علیہ اللعین کی مجاز اور فضیل مَنْ يَشَاءُ وَيَكْتُمِي مَنْ يَشَاءُ حقیقت ہے اچھا خلق کو ابلیس گمراہ کرتا ہے۔ ابلیس کو کس نے کہا۔ یہی سبب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ هِيَ اِلَّا فِتْنَةٌ \*۔

حضرت بایزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْمَعْرِفَةُ اَنَّ تَعْرِفَ اَنَّ حَرَكَاتِ الْخَلْقِ وَتَسْكُنَاتِهِ بِاللَّهِ۔ معرفت وہ ہے کہ جانے تو کہ حرکات خلق اور ان کا سکون حق کے ساتھ ہے اور کوئی اس کے بغیر اس کے بلکہ میں متصرف نہیں \* فنا سے ہوا۔ یعنی ماسوی اللہ کوئی تمنا نہ ہے \*۔

ابو محمد جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ اَغْرَضَ عَمَّا سِوَاهُ۔ ۷

بچہ تسکین کتم این دیدہ و دل را کدم | دل ترا می طلبد۔ دیدہ ترا می جوہد

رباعی

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند  
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی

فنا کے ارادی :- یعنی مردہ کی طرح ہو جائے۔ کچھ خواہش و ارادہ دل میں نہ رکھے \*۔

فنا کے فعلی :- اور یہ ظاہر ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ اپنے افعال کی خبر نہ ہو بلکہ عالم شوق میں از خود اپنے اوصاف کو نفی کر کے فاعل کی طرف اشارت کرے۔ چنانچہ جو صوفیوں نے کہا ہے کہ نفی باثبات جنک ارادہ۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ مثلاً کپڑا جو پہن رہا ہوں یہ میرے پاس مستعار ہے اور اس سبب سے کہ نہیں اس کو اپنا سمجھتا ہوں۔ اس سے ایک نوع کا تعلق ہے۔ دفعتاً خیال گزرا کہ یہ مستعار ہے فوراً وہ علاقہ اس سے قطع ہوا۔ حالانکہ اب تک پہن



ایک دہ بقا ہے کہ اُس کی نزلت اول و آخر دونوں فنائیں ہیں جیسا کہ یہ جہاں  
 بتدار میں نہ تھا اور اٹھتا ہیں ہوگا \*  
 دوسرے یہ کہ ایک شے آگے نہ بھتی اور ہو گئی۔ اور اب ہرگز فنا ہوگی جیسا  
 کہ بشت و دوزخ اور وہ جہاں \*  
 تیسرے وہ بقا کہ ہرگز نہ تھا کہ وہ نہ تھے اور ہرگز نہ ہوگا کہ نہ ہوگی۔ وہ بقا سے حق  
 و صفات حق ہے اور مراد اُس کی بقا سے۔ اُس کے وجود کا ہمیشہ ہونا ہے کسی  
 کو اُس کی صفات میں کسی طرح مشارکت نہیں \*  
 پس علم فنا وہ ہے کہ تو جان جائے کہ دنیا فانی ہے اور علم بقا وہ ہے کہ جان  
 جائے کہ حقے باقی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (اور  
 آخرت بہتر ہے اور باقی) اور بقا و فنا سے سال وہ ہوگا کہ جب جہل فانی ہوگا  
 لا محالہ علم باقی ہوگا اور جب معیست فانی ہو طاعت باقی۔ اور جب بندہ علم  
 طاعت حاصل کرے۔ بقا سے ذکر سے غفلت فانی ہو یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ  
 کو جان جائے اور علم سے اُس کے ساتھ باقی ہو۔ جہل اُس کا فانی ہوا اور  
 جبکہ غفلت سے فانی ہوا اُس کے ذکر سے باقی ہوا۔ کیونکہ تیری مراد فانی ہے  
 اور مراد حق باقی۔ جب تو قائم اپنی مراد کے ساتھ ہوگا تو تیری مراد فانی ہے  
 پس تیرا قیام فنا کے ساتھ ہوا۔ پھر جبکہ تو مراد حق میں متصرف ہوگا لا محالہ مراد  
 حق باقی ہے۔ پس تیرا قیام بقا کے ساتھ ہوا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ جب چیز  
 پر سلطان آتش متصرف ہوگا اُس کے تھر کی جہت سے وہ چیز اسی کی صفت  
 سے موصوف ہوگی۔ پس جس وقت کہ سلطان آتش ایک چیز کے وصف  
 کو ایک صفت میں بدل دیتا ہے۔ سلطان ارادت حق سلطان آتش سے  
 تبدیل صفت میں اولے تر ہے لیکن یہ تصرف لوہے کے اندر ہے مگر عین  
 وہی نہیں کیونکہ ہرگز لوہا آگ نہیں ہو جائیگا۔ حضرات مشائخ سے اس میں

اشارات لطیف منقول ہیں \*  
 ابو سعید خرازی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں **الْفَنَاءُ فَنَاءُ الْعَبْدِ عَنِ رُؤْيَتِ الْعَبُودِيَّةِ**  
**وَالْبَقَاءُ بَقَاءُ الْعَبْدِ بِمُشَاهَدَةِ الْإِلَهِيَّةِ** فنا فناء بندہ ہے رویت بندگی سے  
 اور بقا بقاء بندہ مشاہدہ الہی میں یعنی افعال و اعمال میں بندگی پر نظر کرنی آفت  
 ہے۔ بندہ حقیقت بندگی کو اس وقت پہنچے گا کہ جب اس کو اپنے افعال پر  
 نظر نہ رہے گی اور اپنے فعل کے دیکھنے سے فانی ہو جائیگا اور فعل حق کے دیکھنے میں  
 باقی۔ تاکہ اس کے معاملہ کی تمام نسبت حقتعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائے۔  
 کیونکہ جو فعل بندہ کا بندہ سے مقرون و موصول ہوگا ناقص ہوگا اور جو فعل  
 بندہ کا حقتعالیٰ کا بندہ سے موصول ہوگا کامل ہوگا \*

پس جب بندہ اپنے تعلقات سے فانی ہوگا جمال اکسیت میں باقی ہوا  
 اس لئے کہ جو چیز کسی چیز سے موصول و مقرون و متحد و مترج ہوگی۔ حکم  
 و نوں کا ایک ہوگا \*

ابو یقین ہر جوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ **صِحَّةُ الْعَبُودِيَّةِ فِي الْفَنَاءِ**  
**وَالْبَقَاءِ** یعنی صحت بندگی بقا و فنا میں ہے کیونکہ جب تک بندہ اپنے تمام  
 نصیب سے تبرا نہیں کرتا خدمت باخلاص کے لائق نہیں۔ پس تبرا کرنا  
 نصیب آدمیت سے فنا ہے اور عبودیت میں اخلاص بقا ہے \*

ابراہیم شیبانی فرماتے ہیں کہ جب بندہ وصالِ نبوت حق کا مقرر ہوا تو  
 اس نے اپنے کو مغلوب و معذور حکم حق دیکھا۔ پس مغلوب فانی ہے غلبہ  
 غالب کے اندر کہ جب فنا اس پر ثابت ہوئی عجز کا اقرار کیا اور بجز بندگی  
 کچھ بن نہ پڑا۔ ناچل و درگاہ رضا میں جنگل مارا \*

یا دوا شست

مقصود تمام ذکر و فکر سے یہی ہے اور یہ عبارت توجہ محض الفاظ و تخیلات سے ذات بیچون و بیچکون کی طرف بطریق ذوق و شوق ہے اور ہے یوں کہ یہ بات بعد از فنا سے کامل و بقائے تام حاصل ہوتی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یادداشت حضور نے غیبت کو کہتے ہیں۔ لیکن اہل تحقیق کے نزدیک شاہدہ کو کہتے ہیں کہ غلبہ شہود حق سے دل پر بواسطہ حب ذاتی حاصل ہونے سے ارتباط و عشق حق سبحانہ تعالیٰ سے بغیر اس کے کہ سبب درمیان میں واقع ہو حاصل ہو جائے \*۔

خواجہ عبید اللہ اصرار رحمۃ اللہ علیہ نے ان چاروں کلمات مذکور کی شرح میں یہ عبارت ارشاد فرمائی ہے:- یاد کرو۔ عبارت اس سے ہے کہ ذکر میں تکلف ہو۔ بازگشت عبارت جمع سے ہے حق سبحانہ کی طرف۔ اس طرح کہ جب کلمہ طیبہ کے خیال کرے کہ خداوند امیر المفسود تو ہے۔ نگاہداشت اس جمع کی محافظت سے مراد ہے بغیر اس کے کہ زبان سے کہے۔ یادداشت عبارت رسوخ سے ہے نگاہداشت میں \*۔

## وقوف زمانی

حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وقوف زمانی وہ ہے کہ سالک ہر وقت واقف حال رہے کہ موجب شکر ہے یا موجب عذر \*۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی نے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے حالت قبض میں مجھ کو استغفار کے واسطے اور حالت بسط میں شکر کے واسطے ارشاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ رعایت ان دونوں حالتوں کی رکھنی وقوف زمانی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ معاملہ سالک کا وقوف زمانی

اس اصطلاح موفیاء میں حب ذاتی ایک انجذاب ہے جس کے دفع پر موت نہیں ہوتی ۱۲

ہیں ساعت پر موقوف نہ ہوں۔ کیونکہ اگر دم پر گرنے تو ان دونوں صفتوں کے معلوم کرنے میں وقت ہوتی اور غرض اس سے یہ ہے کہ واقف رہے کہ حضوری میں گزرے یا غفلت میں۔ بارے وقوف ثانی عبارت محاسب سے ہے کہ ہر ساعت گزشتہ کا حساب کرتے ہیں کہ غفلت و خلافت نما میں گزری یا جو بیرون نما میں۔ اگر غفلت و رضا معلوم ہو تو بجز کر کے از سر نو عمل کریں۔ وگرنہ شکر کریں اور صفت استغناء سے ڈریں۔

## وقوف عدوی

عبارت رعایت عدوت سے ہے ذکر میں۔  
 خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عدو طاق کی رعایت ذکر قلبی میں دفع خطرات پریشان کے لئے ضرور ہے اور یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو وقوف عدوی کیواسطے ارشاد کیا۔ سو ذکر قلبی و رعایت عدوت سے مراد ہے۔ نہ صرف رعایت عدوت سے۔  
 پس ذکر کو چاہئے کہ ایک دم میں تین۔ پانچ۔ یا سات انتہا آئیس ہر تک کہے۔ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہت کہنا شرط نہیں جس قدر کہے وقوف و حضور سے کہے تاکہ اس پر فائدہ مترتب ہو اور جب ذکر قلبی میں آئیس تک نوبت پہنچ جائے اور کشش تالی کا اثر ظاہر نہ ہو تو پھر ذکر از سر نو کرے اور اثر ذکر کا نشان یہ ہے کہ لفظی کے وقت وجود بشریت لفظی ہو اور اثبات کے وقت جذبات الوہیت کا تصرف ثابت ہو۔ خواجہ بزرگ نے فرماتے ہیں کہ وقوف عدوی اول مرتبہ علم لدنی کا ہے اور شائد بہ نسبت اہل ہدایت اول مرتبہ علم لدنی کا آثار تصرفات جذبات الوہیت ہونگے۔ خواجہ علاؤ الدین فرماتے ہیں کہ وہ کیفیت موجب قربت ہے۔ علم لدنی اس میں منکشف ہو جاتا





ہیں۔ ایک روز بعد اشارت غیبیہ کلام اللہ میں فال دیکھی یہ آیت نکلی  
 اُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللّٰهُ فَبِهُدٰى اَمْرًا قَتَلَهُ اُسى روز عصر کے قریب  
 فتح آباد میں جہاں ٹھہرا ہوا تھا شیخ سیف الدین باخزنی رحمۃ اللہ علیہ کے  
 مزار پر گیا۔ وہاں باطن میں اضطراب پیدا ہوا۔ اٹھ کر قصر عرفان میں جہاں  
 حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے گئے۔ دیکھا تو آپ راستے  
 میں میرے منتظر کھڑے ہیں۔ پتاک سے ملے۔ نماز ساتھ پڑھی۔ مگر میرے دل  
 میں ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ مجھ سے بولا نہ گیا۔ اس میں آپ نے حدیث  
 پڑھی الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ وَذَلِكُمْ عِلْمٌ نَّافِعٌ عَلَيْهِ الْاَنْبِيَاءُ وَ  
 الْمُرْسَلُونَ وَعِلْمُ اللِّسَانِ وَذَلِكُمْ حِجَّتُ اللّٰهِ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ ؕ اَمْسَكَ  
 کہ تجھے علم باطن سے حصہ ملے۔ بعد ازاں یہ حدیث پڑھی اِذَا جَالَسْتُمْ  
 اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوهُمْ بِالصِّدْقِ فَانَّهُمْ جَوَانِبُ الْمَلٰٓئِكَةِ  
 يَدْخُلُوْنَ فِي قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَىٰ هَيْبَتِكُمْ۔ ہم مومنین اپنی طرف  
 سے کسی کو قبول نہیں کر سکتے۔ لیکن آج رات کو دیکھینگے اگر تم کو قبول کیا  
 مولانا فرماتے ہیں کہ وہ رات مجھ پر ایسی گذری کہ تمام عمر نہ گزری ہوگی صبح  
 کو ترساں ولرزوں آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے میری طرف  
 مخاطب ہو کر فرمایا۔ مبارک ہو۔ یہ فرما کر سلسلہ مشائخ کا حضرت خواجہ  
 عبدالمخالق عجدوانی قدس اللہ تعالیٰ تک پڑھا۔ بعدہ مجھ کو وقوف عدوی

۱۲۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہر امت کی اللہ تعالیٰ نے۔ پس ساتھ ہر امت ان کی کے پیروی کر ۱۲۔  
 ۱۳۔ علم دو ہیں ایک علم دل کا۔ پس یہ علم نافع ہے۔ یہ سیکھا اسکو انبیاء و مرسلین نے اور علم لسان  
 پس یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی ابن آدم پر ۱۲۔ ۱۳ جس وقت بیٹھو تم اہل صدق کے ساتھ  
 پس بیٹھو ان کے پاس ساتھ صدق کے۔ پس تحقیق وہ جاسوس قلب کے ہیں۔ داخل ہوتے ہیں  
 تمہارے دلوں میں۔ دیکھتے ہیں طرف ہمتوں تمہاری کے ۱۲۔

میں مشغول کیا اور فرمایا کہ یہ علم لدنی کا اول سبق ہے۔ حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حضر علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا۔ اس کے بعد چند روز آپ کی خدمت میں آیا۔ ایک روز فرمائے لگے کہ اب جاؤ جو کچھ تم کو ہم سے پہنچا ہے تم اسے بندگان خدا کو پہنچاؤ کہ یہ سب سعادت ہے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب ہرات سے مولانا یعقوب علیہ الرحمۃ کی زیارت کیوں اسطے ہفتواڑ کو چلا۔ بیمار ہو گیا۔ ولایت جغانیان ساہ میں پڑتی تھی۔ وہیں ٹھہر گیا۔ وہاں لوگوں نے آپ کی غیبت اترق کی کہ رنج سے زیادہ بیماری زور پکڑ گئی اور اعتقاد میں بھی فرق آ گیا۔ آخر میں نے دل میں کہا کہ تو نے اتنا سفر کیا ہے اب مے ملاقات واپس جانا اچھا نہیں اس میں مرض سے افاقہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ بڑی خاطر میں کہیں جب دوسرے روز گیا خفا ہو گئے۔ خیال گذرا کہ یہ اس بد اعتقادی کا ثمرہ ہے اس میں آپ نے فرمایا کچھ مشکل نہیں۔ اگر کوئی دو مہینے پہلے کسی کے آنے سے واقف ہو جائے۔ اس وقت یقین ہو گیا کہ یہ خفگی غیبت سننے اور بد اعتقاد کے سبب سے ہوئی۔ بعد ایک ساعت کے غضب کم ہوا۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین کی ملاقات کا حال بیان کیا۔ جب اس بیان سے فارغ ہوئے۔ فرمایا آبیعت کر۔ مجھے آپ کی پیشانی پر سفید داغ برص کا سا معلوم ہوا۔ بیعت کو دل نہ چاہا۔ آپ جلدی سے ماتھے کھینچ کر بطریق صلح و لبس ایسی صورت میں نکالے ہوئے کہ میرا دل پھڑک گیا۔ چاہا کہ نے ہتھیار لپیٹ جاؤں۔ آپ نے ماتھے پر ہتھیار فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ نے میرا ماتھے پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ماتھے میرا ماتھے ہے۔ جس نے تیرا ماتھے پکڑا۔ اس نے میرا ماتھے پکڑا۔ یہ فرما کر فرمایا لو خواجہ بہاؤ الدین کے ماتھے سے ماتھے بلاؤ۔ میں نے بلا تا مل مولانا کا ماتھے پکڑ لیا۔ آپ نے مجھے وقوف عدوی سکھا کر فرمایا کہ خواجہ بزرگ سے ہم کو

یہی حاصل ہوا تھا۔ لیکن اگر بطریق جذبہ تربیت کر دے تو تکویناً ہی ہے۔ اس وقت بعضے شخصوں نے مولانا سے دریافت کیا کہ جب آپ نے اپنا طریق بتا دیا تو پھر تربیت جذبہ کا اختیار دینا کیا تھا۔ فرمایا طالب کسی عزیز کے پاس آئے تو عبید اللہ کی طرح چنانچہ تیل بتی لئے ہوئے آئے کہ گندہاہی کے لگانے کی دیر ہو۔  
 مولانا فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت سے اجازت چاہی تو آپ نے مجھ سے تمام طریقے خواجگان کے بیان کئے مگر جس وقت رابطہ کا ذکر آیا تو فرمایا اس طریقے کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں جو شخص متعدد ہوں بیشک ان کو تعلیم کرنا۔

## وقف قلبی

ان دونوں معنوں پر محمول ہے۔ ایک یہ کہ ذکر کا دل حق سبحانہ لگا لے سے واقف ہو جیسا کہ کلمہ یا دواشت میں معلوم ہو چکا۔  
 حضرت خواجہ عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے کلمات قدسیہ میں لکھا ہے کہ دل جناب الہی میں اس طرح حاضر ہونا چاہئے کہ اس میں اللہ جل شانہ کے سوا کچھ نہ رہے اور ایک جگہ فرمایا کہ ذکر کی وقت مذکور سے آگاہ ہونا شرط ہے۔ اور اس آگاہی کو شہود و وصول و وجود و قوت قلبی کہتے ہیں۔  
 دوسرے یہ کہ ذکر دل سے واقف ہو یعنی ذکر کے وقت قطعاً گوشت صنوبری شکل کی طرف کہ جو بائیں طرف زیر پستان واقع ہے جس کو مجازاً دل کہتے ہیں متوجہ رہے اور جس طرح بنے اس کو مشغول ذکر کر کے مذکور سے غافل نہ ہونے دے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ جس دم میں رعایت عدد لازم نہ سمجھتے تھے۔ لیکن وقوت قلبی میں دونو باتیں ضروری جانتے تھے کس سے

کہ ذکر سے جو کچھ حاصل ہے وقوف قلبی میں ہے فرد

مانند مرغی باش ماں بر بیضیہ دل پاسباں  
کہ بیضیہ دل زائدت مستی و شور و ہتھوتہ

**فائدہ :-** مراقبہ میں کسی کو مہنسی آتی ہے کسی کو رونا آتا ہے کسی کو آہ و فریاد  
سو تھبتی ہے۔ سو یہ سب غفلت کی علامتیں ہیں کیونکہ فریاد و افس و وقت کر لیکھا کہ حاضر  
سبب ہی ہوگا۔ اگر ہر وقت حاضر رہتا تو کیوں فریاد کرتا +  
سبحان اللہ وہ مقام فنا زلے شعوری کا ہے داد نہ فریاد۔ ہنسنا نہ رونا۔ پس  
جو شخص ایسی باتیں کرتا ہے اُس کا حال گیلی لکڑی کا سا ہے کہ جب تک اس  
میں تری رہتی ہے آواز دئے جاتی ہے ۵

گف مکن بر سر بر و سر کشاے دگ را  
نیک بجوش و صبر کن زانکہ ہی یزانت

رباعی

زا اول کہ مرا عشق نگارم نو بود  
کم گشت مرانالہ چو عشقم بفرود  
ہمسائے زنالہ ام بشبہا لغنود  
چوں ہمہ ہمہ لبوخت کم گردود

مولانا علاؤ الدین فرماتے ہیں کہ جب ہرات میں حضرت مولانا سعد الدین  
علیہ الرحمۃ نے مجھ کو ذکر قلبی سکھایا تو ایک روز فرماتے گئے کہ میرے سامنے بیٹھ  
کر ذکر کرو۔ میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوا۔ فرماتے گئے تم تو دل کو حرکت دیتے  
ہو۔ حرکت نہ دو۔ تم معنوم ذکر کو دل پر گمان کرو۔ وہ خود متاثر ہو کر ہستے  
لگیگا۔ میں یہ اشارت دیکھ کر حیران تھا کہ فرمایا حیرانی کا ہیکہ ہے واللہ  
بلخ میں ایک بقال میرا مرید اس وقت باہال میں کھڑا ہے۔ میں اس کے  
دل کی بات اس سے بہتر جانتا ہوں +

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ سچ ہے۔ اسی لئے بعضے محققین صوفیہ نے کہا

کہ اگر شیخ مشرق میں مغرب کے رہنے والے مرید کے حال سے بیخبر ہو تو وہ ذمہ مشائخ سے  
 خارج ہے۔ الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت کا وہ فرمانا تھا کہ دل پر ایک کیفیت  
 طاری ہوئی۔ پھر تو میں نے آپ کا دامن نہ چھوڑا \*  
 مولانا جامی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مخدوم مولانا سعد الدین  
 قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ بتائے۔ آپ نے ہاتھ سے دل کی طرف  
 اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کی طرف مشغول ہو لینے وقت قلبی میں بھی کر۔ کسی نے  
 کیا بھی رہا \*  
 در پہلوئے اہل دل دے حاصل کن  
 آئینہ نور دل ست رو در دل کن

اسے خواجہ بکری نے اہل دل منزل کن  
 خواہی بینی جم سال عشوق ازل

صاحب رشتجات لکھتے ہیں کہ مولانا شیخ علیہ الرحمۃ ایک روز کہتے تھے کہ میں  
 ایک سال میں ایک ماون بار بلحاظ لفظی غیر اثبات مقصود و رعایت باز گشت  
 وقت قلبی۔ وقت عددی بلا کلفت ذکر کرتا ہوں \*  
 خوب یاد آیا۔ ہر ذکر میں جدانور۔ جدا فیض۔ جدا کیفیت ہے۔ یہ سب تدری  
 کو تمیز نہیں ہوتی \*  
 مولانا سلطان کہ خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے صحابہ میں سے ہیں۔ کہتے  
 ہیں کہ ابتداء میں ایک روز حضرت خواجہ کے پاس وضع ماترید کو جاتا تھا۔ راہ  
 میں ہر چند سچی کی کہ بطریق توجہ یا مراقبہ جمعیت حاصل کر کے حضرت کی خدمت میں  
 حاضر ہوں مگر جمعیت میسر نہ ہوئی۔ آخر شرائط کے ساتھ لفظی اثبات میں مشغول ہوا  
 اس وقت کچھ نسبت حضوری معلوم ہوئی۔ میں حفظ نسبت کر کے آپ کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے کیا لفظی اثبات کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں  
 کبھی کبھی۔ فرمایا جب سے تم بیٹھے ہو۔ ہم کو وہ نسبت معلوم ہو رہی ہے۔ جس کو  
 نتیجہ لفظی اثبات کا کہہ سکتے ہیں۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اگرچہ حضور مع اللہ

ایک ہے لیکن نسبت حضوری ہر ذکر کے لفظی اثبات ہو یا مراقبہ یا رابطہ جدا جدا ہے۔ لیکن ہر تیسما ذکر ناہر ایک کے رنگ کا فراست خواص اولیاء پر موقوف ہے۔

حیب الدین کیا مجذوبانہ بڑا رہا ہے۔ سامعین کیا جانیں کہ یہ ذکر کامیکو کہتا ہے۔ مراقبہ و رابطہ سے اس کی کیا مراد ہے۔

واضح ہو کہ امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہ میں اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے تین طریق ہیں:-

ایک ذکر + دوسرے مراقبہ + تیسرے رابطہ +

## پہلا طریقہ - ذکر

صاحب شہادت لکھتے ہیں کہ طریقہ خواجگان میں زمانہ خواجہ محمود انجیری فنونی سے حضرت امیر کمال رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے وقت تک ذکر خفی و جہر کو بلا کر کہتے تھے۔ جب حضرت بہاؤ الدین قدس اللہ تبارک و تعالیٰ کا زمانہ آیا تو آپ نے ذکر خفی ختم کیا۔ اور اگر کبھی حضرت امیر کے اصحاب میں سے کوئی آپ کے سامنے ذکر جہر کرتا تو آپ اٹھ جاتے۔ اس میں اصحاب نے کئی بار حضرت امیر کی خدمت میں آپ کی شکایت کی۔ ایک روز کسی تقریب میں پانسو آدمی کے قریب جمع تھے۔ حضرت امیر نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے شخص نا حق میرے فرزند بہاؤ الدین کے حق میں بدگمان ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر خاص ان کے شامل حال ہے۔ اور بدگمان حق کی نظر نظر حق کے تابع ہوتی ہے۔ یہ فرما کر خواجہ کو کہ اس میں پانسو رہے تھے بلا کر فرمایا۔ بہاؤ الدین! خواجہ بابائے نجد سے کہا تھا کہ جیسے میں نے تیری تربیت کی۔ اسی طرح تو بہاؤ الدین کی کیجیو۔ سو میں ان کا حکم بجالایا

یہ فرما کر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کو تمہارے واسطے خشک کر لیا اور تمہارا منع روح بیضہ بشریت سے باہر آگیا۔ پر تمہاری ہمت بلند پر داز ہے۔ خیر جہاں چاہنا تلاش کرتے پھرا۔ خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ بابا کا یہ فرمانا میرے حق میں بجا تھا کیونکہ بعد ازاں بہت پھرے اور بہت بزرگوں سے ملے۔ رشحات میں بالتفصیل تمام حال لکھا ہے \*

مختصر یہ کہ حضرت امیر نے انتقال کے وقت اصحاب کو خواجہ کی متابعت کیوں واسطے وصیت کی۔ اس وقت بعض نے کہا کہ زہ ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ یہ کرتے ہیں۔ حکمت و مصلحت الہی سے خالی نہیں اور اس میں ان کا دخل نہیں۔ بعد ازاں یہ مصرع پڑھا ع  
اے ہمہ تو من کیم چنانکہ تو دانی

حضرت خواجہ کے اوصاف تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ ہر چند کہ خواجہ بابا ساسی علیہ الرحمۃ نے آثار رشد و ہدایت دیکھ کر آپ کو فرزند ہی میں لے لیا تھا اور بحسب ظاہر حضرت امیر کمال رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ارشاد کے موافق آپ کو طرفیہ بتخیم کیا لیکن از روئے حقیقت آپ اویسی تھے۔ یعنی حضرت خواجہ عبد الخالق کی روحانیت کی تربیت پائے ہوئے آپ کے مال جو طریق وصول الی اللہ کا راجح ہوا ایک سے ایک اعلیٰ یعنی ہر ایک بلد تر منزل مقصد تک پہنچانے والا۔ چنانچہ منجملہ ان کے ذکر لفظی و اثبات کا ہے کہ فرست کو عنایت جان کر تشویشات بیرونی یعنی لوگوں کی گفتگو پریشان کے سننے سے۔ اور تشویشات درونی یعنی زیادہ بھوک اور سیری و غضب وغیرہ سے حذر کر کے موت کو سامنے سمجھ لے۔ بعد ازاں جو گناہ کئے ہوں ان سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے۔ پھر جس دم کر کے جیسا کہ یاد کر دیں مقرر ہو چکا ذکر کرے۔ کیونکہ جس دم جمیعت عزیزیت اور باطن کے گرم کرنے اور عشق کے ابھارنے اور خطرات کے مٹانے میں

خاصیت عجیب رکھتا ہے لیکن اسکی مشق بتدریج یعنی پہلے ایک دم میں ایک بار پھر ایک دم میں تین بار۔ اسی طرح درجہ بدرجہ برعاطاق عدوی کرے تاکہ دل پر گراں نہ گزیرے۔ اور خشکی کی بیماری نہ پیدا ہو اور غرض جس دم سے جس غیر مفروضہ ہے جس کی نوبت حصر نفس تک پہنچے وگرنہ اس جس دم میں اور جو گیوں کے جس دم میں فرق کیا ہے وہ

حاشائے اکابر رہ جو کیسے روند

عبس نفس و حصر نفس وارد فرق

صاحب زینحات لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدین عمر کی مجلس میں ذکر پیل پڑا کہ بعض اکابر طریقت نے ذکر کے وقت جس دم کی بھی شرط لگائی ہے آپ نے فرمایا جس دم جو گیوں کا طریق ہے۔ اس کو حصر نفس کہتے ہیں۔ کسی نے حضرت خواجہ یوسف عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جا کہا۔ آپ نے ان کو لکھا کہ تم نے سنا ہے کہ تم جس دم سے انکار کرتے ہو۔ حالانکہ یہ خواجہ بزرگ اور ان کے خلفائے سے ثابت ہے۔ آپ نے لکھا کہ میرے کلام سے نفی طریق خواجہ مراد نہیں۔ پھر ہم اسی پر آئے۔

مولانا عبدالکبیر مینی فرماتے ہیں کہ اکابر نے معنی لا الہ الا اللہ میں لکھا ہے کہ ذاکر مراتب سلوک میں کبھی لا معبود الا اللہ کے کبھی لا معبود الا اللہ اور سیر الی اللہ میں پیش از شروع جب لا الہ الا اللہ کے۔ لازم ہے کہ لا معبود الا اللہ میں فکر کرے اور وقت سیر الی اللہ لا معبود الا اللہ کا خیال رکھے اور جب تک سیر الی اللہ منتہی نہ ہو سیر فی اللہ میں قدم رکھے یعنی لا معبود الا اللہ کے کہ فرمے۔

اللہ اللہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ نے کیا زبانا مثنوی

یا بے ما و ہو اشارت میکنی  
چسک کن تا از ریت خیزد و غبار  
بندہ نے ما و ہواش یاد کن

تا بہ الا اللہ عبارت میکنی  
بندہ عمر نے نیساؤ از تو کار  
بے بیگانہ و اور آزاد کن -



ماز باطن و او از وطن ہر بود

معنی ہو اول و آخر بود

فایم :- شاہ اہل اللہ نے چار باب میں فرمایا ہے کہ ابتداء سلوک میں بارہ ہزار بار اسم ذات اور ایک ہزار بار لفظی اثبات کی مواظبت آٹھ ماہ تک کرنا چاہیے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قول الجلیل نے فرمایا کہ خواجہ باقی باللہ یا ان کے کسی قریب العصر نے ذکر اثبات مجرد یعنی فقط اللہ کے لفظ کا ذکر اسجاد کیا ہے۔ ہر چند کہ شریعت سے یہ ذکر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں گویا ذات بحت کا تصور کرنا پڑتا ہے لیکن جذبہ کے دل سے بہت میسر ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ لفظ اللہ کو جس دم کے ساتھ اپنی نامت سے شدت تمام کمال کر دماغ کی چھتکی تک لیجائیں اور بند سرج زیادہ کرتے رہیں۔ مولانا شاہ خجد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ بعضے نقشبندی ایک دم میں ہزار بار کہہ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دوام ذکر سے حقیقت ذکر جو ہر دل سے ملکر ایک ہو جاتی ہے۔ ظاہر اس کے معنی یہ ہونگے کہ حقیقت ذکر کہ ایک امر صرف و صوت سے منزہ ہے جو ہر دل لینے لطیفہ بدرک سے کہ وہ بھی شائبہ کیف و کم سے منزہ ہے بواسطہ کمال شغل باہم بلکہ وصف اتحاد پیدا کرتے ہیں۔ اس دم ذکر غلبہ مذکور کے سبب سے دونوں میں فرق نہیں کر سکتا۔ کس لئے کہ جب دل منع کوہ سے مربوط ہو گیا تو اس میں غیر کی گنجائش نہ رہی۔

خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعضے اکابر لا الہ الا اللہ کو ذکر عام اور ذکر اللہ کو خاص اور ذکر ہو کو خاص الخاص کہتے ہیں۔ حالانکہ ذکر لا الہ الا اللہ کا خاص الخاص ہونا چاہئے۔ کیونکہ تجلیات حق سبحانہ تعالیٰ کی نہایت نہیں اور اس سے ہر دم ایک صفت کی لفظی اور ایک صفت کا اثبات ہوتا ہے۔ سو تقاضائے عقل یہ ہے کہ لفظی اثبات سے ابد الابد تک خلاص نہیں اور لا الہ الا اللہ

کے سہنے یہ ہونگے کہ اللہ اسم ذات ہے من حیث ہے۔ لالہ نہیں اللہ یہ مراد  
مرتبہ الوہیت سے ہے الا اللہ لکن ذات بحت مُعَرَّطٌ عَنِ الْكُلِّ۔ ان معنوں کا  
ہر دم خیال رہے تاکہ دل غیر سے خالی ہو اور بجز ذات مقدس کچھ نہ رہے۔  
مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ تکملہ نفعات میں اپنا حال کنا عتاباً بیان کرتے  
ہیں کہ ایک فقیر نے حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم  
ذکر کے لئے عرض کیا۔ آپ نے اسے اس کو ذکر لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ بتا کر نہ پایا کہ  
میری صورت کی محافظت کر۔ وہ شخص ذکر میں مشغول ہوا۔ اسی صحبت میں اثر  
مہمود ظاہر ہو گیا و نعمتاً اُس نے اپنے کو فضل سے روشن میں دیکھا اور یوم تبدل  
الارض غیراً ارض کا نشان ظاہر ہوا۔ بڑی لذت اور عجیب کیفیت حاصل  
ہوئی۔ مولانا سے عرض کیا۔ فرمایا کہ یہ راز ہے اس کو یا۔ آشنائے اخفا کرنا چاہئے  
بعدہ مگر اشغل و کثرت عمل سے کیفیت بخودی طاری ہوئی۔ ایک روز اس شخص  
نے بعضے اشغال سے بندھے اس نسبت میں فتور ہوتا تھا شکایت کی۔ فرمایا کہ اس  
نسبت کو اشغل ظاہری سے جمع کرنا اور جس سے نسبت حاصل کی اس کی صحبت  
کو لازم سمجھنا واجب ہے کیونکہ اس میں ایک اور شخص کی منعکس ہوئی ہے اس  
کو چاہئے کہ ایسی سعی کرے کہ اسکی ہلک ہو جائے اور یہ دوام صحبت سے متعلق ہے اور  
بمبظاہر ظاہر ہیں کوئی اشغل کسی ضرور چاہئے تاکہ خلق میں ممتاز و انگشت ناما  
ہو۔ اپنے سنا نہیں کسی شخص نے کسی بزرگ سے تعلیم طریقہ کے لئے کہا تھا اس شخص  
کہا کہ کیا کام کرتا ہے کہا کچھ نہیں۔ کہا جاسینا سیکھ۔ کیونکہ ہمارے ہاں نے کسی شخص  
کے معنی روشن نہیں کھلتے اور فرمایا کہ اس نسبت کا حاصل ہونا اور نسبت کا تحقق  
آنی ہے۔ کیونکہ عقولہ اور اک والفعال سے ہے بقیقت کار اعراض و اقبال ہے  
یعنی اعراض ماسوئے اور اقبال بحق تعالیٰ اور یہ آن واحد میں ممکن ہے نفس  
انسانی بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے کہ رخ اس کا دوسری طرف ہے۔ اس کو حق کی طرف

پھر انا چاہئے \*

ایک شخص ایک مشائخ کی صحبت میں نعرہ مار کر گر پڑا جب اٹھا تو صوتی تھا اور فرمایا کہ بعد اس کے کہ دل کو حضرت حق سے ربط حاصل ہوا اور مالکہ آنگاہی متحقق کیجی یہ نسبت مذہل ماسوسے ہے اور اس کو حال کہتے ہیں اور کبھی بل ماسوسے نہیں۔ اس کو علم کہتے ہیں اور علم کو حال میں محسوب کرتے ہیں اور یہ تمام تفاوت بحسب اختلاف صفا و کدورت استعداد ہیں \*

اور فرمایا کہ وقت شغل جب غیبت معہودہ حاصل ہو اس کو خط مستقیم فرض کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس عادت کا اور شغل کا خیال امر واحد پر مہم جمعیت ہے \* حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ راہ کو خط مستقیم فرض کرو۔ بعد از آل فرمایا کہ سیاہی کی طرف دیکھنا کہ امور جسی ہیں سے ہے مہم نسبت و حالت و مقوی جمعیت ہے۔ لیکن یہ امر نامضبوط اور بحسب احوال و اوقات مختلف معلوم ہوتا ہے \* اسی طرح ملاحظہ صحرا کہ اس میں صورت اطلاق پائی جاتی ہے ملاحظہ معنی اطلاق کا معین ہے پہاڑوں کو دیکھنا معنی مہمبت و عظمت دل میں پیدا کرتا ہے۔ پانی کی آواز اگر وقت مراقبہ برابر آتی رہے۔ مقوی مراقبہ ہے۔ جمعیت نطل کا لحاظ ذی نطل کی طرف اپنی قوت و قدرت کو دفع کرتا ہے۔ وحشی جانوروں کی آنکھیں دیکھنا اور ان کی جنت پر خیال کرنا نسبت حیرت کو فائدہ بخشا ہے۔ جنازہ دیکھنا مقوی نسبت فنا ہے۔ رونے کی آواز محبوب گم شدہ کی یاد دلاتی ہے \*

ایک روز حضرت مولانا سعد الدین قدس سرہ کے ساتھ تین جانا تھا۔ ایک مری ہوئی گدہی کی آنکھیں کھلی ہوئی دیکھ کر عجب استہلاک پیدا ہوا \* مولانا عبد الغفور کہتے تھے کہ میں نے ایک روز مولانا صاحب سے لوگوں کے آنے جانے کی شکایت کی۔ فرمایا خلق خدا کو ملک خدا سے باہر نہیں نکال سکتے

آدمی کو چاہئے کہ اس طرح بسر کرے کہ خلق اس پر متصرف نہو۔ آپ اس زمانہ میں کتاب نفحات الانس لکھا کرتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ ایک صفحہ یا ورق لکھا جاتا ہے اور لکھتے وقت شعور نہیں رہتا بلکہ قلم بطریق عادت جاری ہو جاتا ہے۔ بعضے اکابر کہتے ہیں کہ کلام مشغول باطنی کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ مجھ کو یہ بات اُن سے بعید معلوم ہوتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ طریقہ خواجگان میں یہ بات خوب ہے کہ ہر جگہ ہر شخص ہر حال میں اس نسبت کی ورزش کر سکتا ہے۔ سو اس نسبت کی ورزش کو اصل اور کاموں میں مشغولی بقدر ضرورت چاہئے یہ نسبت نہایت لطیف ہے۔ اس کی حد مضبوط و معین نہیں کبھی ذرا سی بات میں زائل ہو جاتی ہے اور کبھی جب ایتدہ نہ ہو حاصل ہو جاتی ہے۔ جب نسبت میں فتور واقع ہو سبب کی طرف رجوع کر کے اس کو دفع کریں۔ اگلے کلامہ +

خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت بھوک اور بہت ہانکنا نسبت میں فتور پیدا کرتا ہے اور دماغ کو پریشان ایسا کرتا ہے کہ ادراک حقائق سے محروم رہ جاتا ہے بلکہ کبھی اسی سبب سے بعضے اہل ریاضت کشف میں غلطی کر جاتے ہیں۔ ہاں اس شخص کو نقصان نہیں کرتا جس کو سرور و حضور حاصل ہو۔ اس جہت سے کہ اس کا دماغ بوست سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ او غصہ کا بھی یہی حال ہے +

مولانا شہاب الدین بیرجندی رحمۃ اللہ علیہ کہ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قدس اللہ تعالیٰ کے بڑے اصحاب میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں خواجہ علی فخر الدین کے مدرسے کے قریب ہوتا تھا۔ ایک روز مولانا سعد الدین کے مکان پر گیا۔ دروازہ پر جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ آپ گھر میں سے ایسی کیفیت میں بھڑے ہوئے باہر تشریف لائے کہ میں نے پہلے اسی کیفیت

۱۰ نام موضع اولائت قاضی ۱۲ +

میں نہ دیکھا تھا۔ اس وقت جس قدر دل و زبان نے مدد دی عجز و نیاز کے ساتھ  
استغاثہ کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کہ مباحثہ و مجادلہ علومِ رمی سے آدمی کا دل  
سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا ہے کہ طلبہ کو چاہئے کہ بعد از مباحثہ بیس بار استغاثہ کر لیا کریں۔  
یہ فرمایا کہ میری طرف بظرف عنایت دیکھا۔ دفعتاً میرے دل کا چراغ ایسا روشن  
ہو گیا کہ تمام قوئے و جوارح میں اجمالاً نظر آنے لگا۔ فرمایا کہ چراغ روشن ہو گیا  
اس کو ہوا سے بچانا۔ نہیں تو گل ہو جائیگا۔ اب تم جاؤ۔ یہ فرمایا کہ گھر میں  
تشریف لے گئے۔ میں پاس انفاس مراقبہ سے اس چراغ کی محافظت  
کرنے لگا۔ ایک روز دفعتاً مدرسہ میں ایک موقع پر ایک طالب علم سے  
بحث کا اتفاق ہو گیا۔ دیر کے بعد اس کو قائل کیا۔ لیکن دیکھا تو چراغ  
گل ہو گیا تھا۔ مجھے بہت رنج ہوا۔ رُو نہ تھی صورت بٹائے ہوئے حضرت کے  
سکان پر گیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ اس نسبت کو ضبط و غضب سے  
کیا علاقہ۔ تم نہیں جانتے کہ ہوائے غضب چراغ باطن کو گل کر دیتی ہے۔  
میں سر پہچے کر کے رونے لگا۔ آپ نے براہ عنایت پھر توجہ کی۔ وہی روشنی  
پھر معلوم ہونے لگی۔ اس روز سے تعلیم و تعلم اور جو چیزیں مانع نسبت تھیں۔  
ترک کر کے حفظ نسبت میں مشغول ہوا۔

یہ ہم الحروف کہتا ہے کہ عینی کی صحبت بلکہ جو ان کی چیز ہو اس کے  
ہونے سے صحبت میں فتور واقع ہوتا ہے۔

ایک روز شیخ بایزید علیہ الرحمۃ نے اہل مجلس سے کہا کہ اس وقت نسبت  
میں فتور واقع ہوا۔ تم میں عینی شخص کون ہے۔ لوگوں نے بعد جستجو کے  
مرض کی کہ کوئی نہیں۔ فرمایا عصا خانہ میں دیکھو۔ دیکھا تو ایک لکڑی  
لی۔ فرمایا۔ اس کو پھینک دو۔ اس کا پھینکنا تھا کہ تفرقہ جمعیت سے

ہل گیا \* اسی طرح خواجہ یسوی کے مال کسی کی جوتی ملی تھی \*  
 بات یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق و اعمال کا اثر جمادات وغیرہ پر بہت پڑتا  
 ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں دو رکعت اور جگہ کی شکر رکعت کے برابر  
 پس جس طرح بد صحبت سے نسبت میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح اہل  
 استعداد کی صحبت فائدہ بخشتی ہے \*

اہل طریقت کا قول ہے کہ صحبت سنت ہو کہ وہ ہے۔ ہر روز ان لوگوں سے  
 براہِ ادب صحبت رکھنی چاہئے اور اگر بعد ظاہری مانع ہو تو نہیں دیکھنے میں  
 احوال ظاہری و باطنی خط میں ان کو بھیتے رہو اور توجہ کے ساتھ مشغول  
 رکھو۔ وگرنہ نسبت کلی کا اندیشہ ہے۔ ہرگز ہرگز ترک صحبت نہ کرو کہ صحبت سے  
 بڑی ترقی منظور ہے \*

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نہایت کم سخن تھے ایک  
 روز مجلس میں نے اختیار معارف بلند خلافت عادت ارشاد فرمائے گئے۔ بعد ازاں  
 اہل مجلس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو ان باتوں کو  
 سمجھتا ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی شخص مستعد آگیا۔ اس کی  
 استعداد حقائق کو میرے دل سے جذب کر رہی ہے۔ لوگوں نے تلاش کیا دیکھا  
 تو ایک گوشہ میں حسین بن منصور علاج مراتب بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت شیخ  
 کی عادت تھی کہ اس کے سامنے اس قسم کی باتیں نہ کیا کرتے تھے۔ پس فرمایا  
 کہ ہمارے مال اس کا کیا کام ہے۔ نکال دو \*

المختصر خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نسبت اس قدر لطیف  
 ہے کہ کبھی خود نفس توجہ اس کو مانع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر حبیلیہ میں یہ  
 بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ان کی طرف خوب متوجہ ہوتے ہیں تو خود محبوب  
 ہو جاتے ہیں۔ ان ہی کا قول ہے کہ یہاں تک تو دیکھا کہ اگر کبھی بلاوجہ کٹے کو مایا

تو نسبت غائب ہو گئی \*  
 ایک روز فرمانے لگے کہ مگر الہی دو ہیں۔ ایک بہ نسبت عوام۔ ایک بہ نسبت

خواص \*

مگر بہ نسبت عوام از دیاد جاہ و مال ہے۔ باوجود تقیہ نزدست \* اور

مگر بہ نسبت خواص ابقاء حال ہے۔ باوجود ترک ادب \*

فرمانے لگے کہ اگر صاحب وجد و حال کو راہ میں جاتے ہوئے سوتا ہوا کتالے

اور وہ اپنے آرام کے لئے اس کو جگادے تو اس کا حال جاتا رہیگا اور اگر نہ جگے

تو سمجھے کہ مگر الہی ہے کہ باوجود اس فعل کے وجد و حال کو اس پر باقی رکھا \*  
 شیخ عبدالبکر گوشت نہیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں

پر تعجب آتا ہے کہ جو حیوان دو آنکھیں کھتا ہو اور وہ ان آنکھوں سے دیکھے اور وہ

اس کو ماریں یا اس پر چھری چلائیں \*  
 صاحب رشحات لکھتے ہیں کہ مجھے اس کلام سے بوسے ابدالیت آتی ہے

کیونکہ یہ صفت طبقہ ابدال سے مخصوص ہے۔ پنوگ گوشت نہیں کھاتے اور مطلق حیوان

کو نہیں ستلتے۔ اس لئے کہ سرپان جیات حقیقی کا شہود اس مقام میں ان پر

غالب ہوتا ہے \*  
 شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امیر چہ سفال فرزند

جانور کو نہ ستلتے تھے۔ پچھو کو دوکان سے اٹھا کر دیوار قلعہ پر لیجا کر چھوڑ آتے تھے اور

فرمایا کہ میرے والد ابو منصور کسی جانور کو نہ مارتے تھے اور یہ مذہب ابدال سے اہل

کرامات میں سے ایک شخص کو حالت آرہی تھی۔ اس حالت میں اس کو اس کا

فرشتہ نظر آیا۔ اس نے کہا۔ کوئی ایسی بات بتاؤ۔ جس سے آدمی تمہاری

زیارت کریں۔ کہا کسی جانور کو نہ ستایا کریں۔ اس نے اس روز سے عہد کیا۔

فرشتے نظر آنے لگے۔ ایک روز اس کے چینیوٹی نے کاٹ لیا۔ اس کے

کچھ مار بیٹھا۔ پھر نظر نہ آئے ۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے کہ جس طرح نسبت میں خرابی کسی کا ستانا لاتا ہے۔ اسی طرح صلال حرام کھانا بد میں نے مشلخ میں سید قاسم تبریزی سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا جس بزرگ سے بل کر نسبت حاصل کی۔ آخر چھوڑنی پڑی۔ لیکن سید کی صحبت میں جو نسبت حاصل ہوئی اس کی حفاظت کی۔ جس وقت ان کی خدمت میں جاتا تھا مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تمام کائنات ان کے گرد پھر رہی ہے اور ان میں گم ہوتی جاتی ہے۔ آپ کا تکیہ کلام بالو تھا۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگے۔ بالو کچھ معلوم ہے کہ اس زمانہ میں حقائق و معارف کیوں ظاہر نہیں ہوتے۔ آپ ہی فرمایا یوں ظاہر نہیں ہوتے کہ بنکے کار لضعیفہ پر ہے اور بنکے لضعیفہ اکل حلال کرتے۔ سو اس زمانہ میں نہیں۔ جب تک فاقہ پانوں چلتے رہے طاقیہ ہزار بخیہ ہی کر قوت حاصل کرتا رہا۔ جب سے فلج ہوا کچھ نہیں ہو سکتا آما و اجداد کا کتب خانہ بیچ کر گزارہ کرتا ہوں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کھانے پینے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ یہاں تک کہ پکانے والی سے کہیں کہ با وضو پکائے اور پکاتے وقت شور کے ساتھ لکڑیاں چولے میں لگائے کیونکہ اگر خفا ہوا یا کچھ بکتارے تو کھانے میں اکبر لوع کی ظلمت آجائے گی ۔

خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ ایسا کھانا نہیں کھایا کرتے تھے ایک بار تل کلاغان میں برف بڑ رہی تھی۔ حضرت وضو کرنے کے واسطے مکان میں سے باہر تشریف لائے۔ باور چیخانہ میں دو شخص اصحاب کے وضو کے لئے پانی گرم کر رہے تھے اور کچھ باتیں کرتے جلتے تھے۔ آپ نے دونوں کو بلا کر آدمی سے کہا لکڑی لاؤ۔ ان کی خمر لوں۔ بعدہ ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کھانا پکاتے یا پانی گرم کرتے وقت دل کو حاضر رکھنا چاہئے تاکہ وضو



کرنے والے اور کھانے والے کے دل میں حضور و آگاہی پیدا ہو۔ کیونکہ جو پانی غفلت سے گرم کیا جائیگا اور جو کھانا غفلت سے پکا دیا جائیگا۔ اُس سے باطن میں غفلت و ظلمت پیدا ہوگی \* صاحبِ رشحات لکھتے ہیں کہ اُس وقت مولانا لطف اللہ حاضر تھے۔ انہوں نے کہہ سُن کر اُن کی خطا معاف کرانی \*  
 رشحات یا نفحات میں لکھا ہے کہ ایک ذرخضر علیہ السلام حضرت عبد الخالق عجدوانی قدس اللہ تعالیٰ کے پاس آئے تھے۔ آپ گھر میں سے دو روٹیاں جو اُن کے واسطے لائے۔ خضر علیہ السلام نے کھانے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا مال طیب ہے۔ کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا۔ درست۔ لیکن جس نے آٹا گوندھا نے حضور کھا \*

خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رجال الغیب ہر زمانہ میں ہوتے ہیں اور خضر علیہ السلام تا قیامت رہینگے لیکن صلحائیں اُن لوگوں سے ملتے ہیں کہ جو رخصت سے پرہیز کرتے ہیں \*

## دوسرا طریقہ وصول الی اللہ کا مراقبہ

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی حقیقت قوتِ ذکر کی توجہ صفات حضرت حق کی طرف یا روح کے جسم سے جدا ہونے کی طرف یا اوکسی طرف ہے تا آنکہ عقل و وہم و خیال جمیع حواس اُس کے تابع ہو جائیں۔ اور جو کچھ محسوس نہیں، بمنزلہ محسوس نصب العین ہو جائے \* اُس کا طریقہ یہ ہے کہ خطرات و وسوسات کے موقوف ہونے کے بعد ذرا ذرا دم کو زیورات بند کریں۔ بعد ازاں جمیع حواس کو مدد کے ساتھ معنی مجرد لیبیط کی طرف جس کو ہر شخص اللہ کے نام بولنے کے وقت تصور کرتا ہے۔ یہاں تک متوجہ ہو کہ معنی لیبیط لفظ سے خالی ہو پھر اس میں مناجات بازگشت اور بعض کے نزدیک خدائے مجرد نور لیبیط کا خیال

بہت مفید ہے۔ اور خلائق سے مجھد کا طریق یہ ہے کہ تمام عالم کو اجسام سے خالی تصور کر کے اس میں نور لیبیط کا تصور کریں۔

خواجہ عبداللہ دامادی اصفہانی کہ خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ کے بڑے اصحاب میں سے ہیں۔ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ توجہ اور پرورش نسبت باطن کا طریقہ یہ ہے کہ صورت اس شخص کی کہ جس سے نسبت حاجیل کی خیال میں لائیں۔ جب اثر حرارت و کیفیت ہو وہ معلوم ہو اور وہ خیال نفی ہونے لگے تو اس خیال کو تمام جو اس دقوسے کے ساتھ قلب کی طرف کہ عبارت حقیقت جامع انسانی سے ہے۔ جس کی تفصیل جمیع کائنات علوی و سفلی سے متوجہ کریں۔ یہ سہی کہ وہ اجسام میں حلول کرنے سے منزہ ہے لیکن چونکہ اس کے اور اس نقطہ صنوبری کے درمیان میں ایک نسبت واقع ہے۔ اس کی طرف توجہ کریں۔ شک نہیں کہ اس وقت کیفیت غیبت و بخودی طاری ہوگی۔ اس کیفیت کو ایک راہ فرض کر کے آگے چلے چلیں اور جو وسوسے آئیں ان کو دفع کرتے رہیں۔ اور اگر دفع نہوں تو اس شخص کے خیال سے التجا کریں۔ اس میں وہی کیفیت نسبت پھر معلوم ہوگی۔ اور اگر وسوسہ دفع نہو تو اسم یا فعال کی طرف بحسب معنی مشغول ہوں۔ اگر اس پر دفع نہو تو کلمہ لا الہ الا اللہ میں اس طرح تامل کریں کہ لا موجود الا اللہ۔ اگر پھر بھی دفع نہو تو خیال کرے کہ یہ وسوسہ ایک موجودات ذہنی سے قائم بحق ہے بلکہ عین حق ہے۔ کیونکہ باطل بھی بعضے طور پر حق میں سے ہے۔ بلا شک اس خیال سے ایک ذوق پیدا ہو کر نسبت عزیزان میں قوت پیدا ہوگی۔ اس وقت اس فکر کو دفع

جو بعض امور باطل پس منکر باطل نشود جز جاہل

در کل وجود ہر کہ جز حق بسیند

باحد ہیئت الحقائق مائل

کرے اور حقیقت بخودی کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پیچھے ہو لے اور اگر معاذ اللہ  
لا الہ الا اللہ میں تامل کرنے سے بھی حضوری حاصل نہ ہو تو باواز بلند لا الہ الا اللہ کہہ  
اور لفظ اللہ کو مد کے ساتھ ادا کر کے دل کی طرف لیجائے اور اگر اس کی کثرت سے  
دل گھبرانے لگے تو اس وقت ترک کرے اور یاد رہے کہ تا وقتیکہ عنیت و بخودی  
و نسبت عزیزان ترقی پر ہو حقائق ہشیا یا جزئیات کی طرف فکر کرنی کفر ہے  
باخودی کفر و بخودی دین است

بلکہ اسماء و صفات حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف بھی فکر کرنی خوب نہیں \*  
سوال :- اگر کوئی کہے کہ اس صورت میں نفی حق لازم آتی ہے ؟  
جواب :- حق کو حق کے واسطے نفی کر سکتے ہیں !

جیسا کہ خواجہ بزرگ نے فرمایا۔ پس اگر صرف فکر حق ہوگا تو نفی سے زیادہ ہوتا  
جائے گا۔ کیونکہ حق کسی کی نفی سے نفی نہیں ہوتا اور اگر فکر غیر حق ہوگا تو زائل  
ہوگا۔ اور واضح ہو کہ خواجگان قدس اللہ تعالیٰ کی مراد مراقبہ و توجہ سے مستی  
کہ سرحد وادی حیرت اور مقام تجلی انوار ذات ہے معلوم ہوتی ہے۔ اس مقام میں  
وجود نہیں ہوتا فکر اسماء و صفات اس مرتبہ کے پیچھے ہے۔ سالک چلتے پھرتے  
کھاتے پیتے ہنستے بولتے اس حقیقت جامع کو پیش نظر رکھے اور ہرگز صورت  
جزوی کے سبب سے حضرت جامع سے غافل نہ ہو بلکہ تمام اشیا کو اس کے  
ساتھ قائم سمجھے اور یہی جانے کہ تمام نیک و بد اس میں شامل ہیں تا آنکہ تمام  
چیزیں اپنے آئینہ کا جمال ہو جائیں بلکہ سب اپنے ہی اجزاء نظر آئیں  
جز و درویش است جملہ نیک و بد

تو درویش شو کمال اینست و بس	تو مشوا اصلا وصال اینست و بس
وصول اسی کو کہتے ہیں کہ دل غیر سے غافل ہو کر بریں ذوق جناب التو	میں نسبت آگاہی حاصل کرے اور اگر یہ نسبت برابر بریں ذوق جناب التو

کہتے ہیں \*

خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وصل فی الحقیقت وہ ہے کہ ہر  
سبیل ذوق دل حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ جمع ہو جائے اور اگر یہ صورت بطریق  
دوام پائی جائے تو اس کو دوام وصل کہتے ہیں۔ نہایت اسی کا نام ہے \*  
خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بہ ائمت  
میں بیخ کہتے ہیں۔ ہم واسطہ وصول تھے۔ اب ہم سے جدا ہو جانا اور مستور  
بجانا چاہئے۔ یہ اسی وصل سے مراد ہے۔ یہ فرما کر فرماتے اگر اس نسبت کی تم کو قدر  
ہوتی تو کیا نہ کرتے۔ اگر تم لوگ ہماری صحبت میں داخل ہوئے تو ہم کو کیا۔ اور  
خدا تعالیٰ کو کیا۔ اکثر ہم خلق کے سببے بچین اور لوگ ہمارے سببے چین  
میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ اپنے کو ایسا سمجھنا کہ اگر ہم خراب ہو جائیں تو خلق خراب  
ہو جائے شرک ہے۔ لیکن کیا کیجئے کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی تَشَانٍ ۝ ہم کو اس نے  
ایسا ہی پیدا کیا \*

پھر اصباح عابرا آیا۔ وہاں بحق فانی مطہق حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ  
علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ عشا کی نماز سجد میں پڑھ کر گھر جانے کے واسطے  
باہر آتے۔ دروازہ سجد پر اگر کوئی آپ سے کچھ بات کرتا تو جریب سینہ پر کھٹک  
ایک دو بات کہتے بعد ازاں اپنے سے غائب ہو جاتے۔ صبح کو جب موزان  
اذان کہتا پھر سجد میں چلے جاتے \*

فائدہ :- واضح ہو کہ اکثر بعد غیبت کے شہ روز نہیں ہوتا اور اگر سے جیسا  
کہ خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں تو یہ شعور و شعور  
غیبت و سکر سے کامل تر ہے۔ اس میں خاموشی جس قدر زیادہ تر ہوگی  
یہ نسبت ترقی پر ہوگی۔ آخر جب زبان و دل میں فرق معلوم نہ ہو اور  
خلق حجاب حق نہ ہو سکے۔ اس وقت اگر جذبہ کے طور پر اور دل میں لغزش

کرے تو روئے \*

ساک کو چلبے کہ ایسے وقت میں غیظ و غضب سے جیسا کہ مذکور ہو چکا  
اپنی جان کو بچائے۔ کیونکہ ان باتوں سے طرف باطن نور مننے سے خالی  
ہو جاتا ہے اور اگر اتفاقاً واقع ہو کر کہ ورت ظاری ہو اور نسبت جاتی رہے تو  
بشرط قوت مزاج ٹھنڈے پانی سے نہیں تو گرم پانی سے غسل کرے اور  
پاک صاف کپڑے پہن کر تھلیہ میں دو رکعت نماز حضور دل سے پڑھے۔  
بعد ازاں کئی بار بشتت تمام سالش نکال کر اپنی کو خالی کر کے اسی طرح  
متوجہ ہو اور بظاہر حضرت جامع کے سامنے عجز کرے اور سمجھے کہ یہ حقیقت  
جاموہ منظر مجموع ذات و صفات حق ہے نہ یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس  
میں حلول کیا۔ بلکہ صورت کی طرح آئینہ میں۔ پس یہ عجز حقیقتاً حق سبحانہ  
تعالیٰ کے سامنے ہے \*

خواجہ حسن عطار نے جن کے ذکر میں حضرت مخدومی مولانا جامی علیہ الرحمۃ  
لکھتے ہیں کہ آپ کو جذبہ قوی حاصل تھا۔ جو شخص آپ سے دست بوسی کرتا  
تھا بیہوش ہو کر گر پڑتا تھا \* ایک مختصر سا سلوک میں لکھا ہے۔ اس میں  
وہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی اس نسبت میں مشغول ہونا چاہے تو اس کو چاہئے  
کہ اول صورت اس شخص کی جس سے نسبت حاصل کی اپنے خیال میں  
ٹائے۔ جس وقت بخودی طاری ہو اسے دفع نہ کرے۔ اور اس صورت و  
خیال کے ساتھ کہ گویا روح مطلق کا آئینہ ہے۔ نقطہ قلبی کی طرف متوجہ  
ہو اور جان کو بخودی کی طرف چھوڑ دے۔ پس جس قدر بخودی پلید ہوگی  
اوپھر سے بخبری ہو جائے گی۔ اس بخبری کو عنایت و عدم کہتے ہیں جیسا کہ  
کسی نے کہا ہے

وصل اعدام اگر توانی کرد	کار مردان مردوانی کرد
-------------------------	-----------------------

جب بخودی نسبت شریف اس درجہ بڑھتا ہے کہ وجود غیر کا نشان اصلانہ ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں۔ مولانا رومی سے

سپاس آں عدے را کہ بہت ما بر بود	ز ذوق میں عدم آمد جہاں جہاں بود
ہر کجا عدم آمد وجود گم گردد	زہے عدم کہ چو آید وجود از وافرود

اگر سوسے ستائیں تو خیال مرشد سے دفع کرتے چاہئیں زگر نہ تین بار دم کو بقوت تمام اس طرح کھینچیں کہ گویا دماغ میں سے کچھ باہر نکال رہے ہیں۔ بعد ازاں اسی طرح مشغول ہوں۔ اگر پھر سوسہ آئے تو بعد از تخلیہ اسی طرح تین بار کہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّ فِعْلًا وَّ حَاضِرًا وَّ سَامِعًا وَّ نَاطِرًا اَلْحَوْلُ وَاَلْقُوَّةُ اَلَا يَاللّٰهُ اَلْعَظِيْمُ اس میں دفع خطرات شرط ہے۔ کسی وقت اس نسبت سے خالی ہوں اور اگر خالی ہو جائیں تو اسی طرح پھر مشغول کریں۔ غرض ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں دل کی نظر اس نسبت پر رہے۔ یہاں تک کہ ملکہ حاصل ہو جائے اور اگر بھی کوئی مہم درپیش ہو تو بجز تمام حضرت جامع میں یہ دعا پڑھیں:- اَللّٰهُمَّ كُنْ وَاَجِبْ لِي فِي كُلِّ

لہ فنا عبارت اس سے ہے کہ باطن بندہ زلزلہ ہستی حق کے غلبے کے سبب سوسے حق کے شعور نہ رہا اور فنا و فنا وہ ہے کہ اس کے شعور کی کبھی شعور نہ رہے۔ شیخ ابوسعید خدرانی نے فرمایا ہے کہ فنا و فنا بندگی پر مشابہت بندگی میں اور بقاء بقا بندگی پر مشابہت آہی میں یعنی کردار بندگی میں آنت ہے۔ بندہ حقیقت بندگی کو اس وقت پہنچتا ہے کہ اس کی نظر اپنے کردار کی طرف سے اور اپنے فعل سے فانی اور ملاحظہ حق میں باقی ہوتا کہ تمام نسبت سما ملتی حق تعالیٰ سے منسوب ہو اور مطلق اپنی طرف نسبت سما ملد باقی رہے اور شک نہیں کہ جب بندہ اپنے تعلق سے فانی ہوگا تو کمال الہیت میں باقی ہوگا (مرآة السرا) + کس بخشش مانگتا ہوں میں اللہ سے ان چیزوں کو چاہتا ہوں اللہ نے قول فعل میں اللہ حاضر ہے اور سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ چکا اور نہ زور مارو اللہ بندہ کو پڑے کہ یا اللہ تو میرے منہ کے سننے والے ہیں اور مقصد میرا مقصد ہے اللہ میری ساری چیزیں دیکھتا ہے۔

لو تباہ کی سبھی اور فکر میں کلام بنایا میز ہر میں ذمہ دار میرا ہو ہر بات میں منی سے وہ نہ ہو مجھتے فنا میں عالمیں

جَهَنَّمَ وَمَقْصِدِي فِي كُلِّ قَمَدٍ وَعَايَتِي فِي كُلِّ سَعْيٍ وَمَبْحَأِي وَمَلَاذِي  
 فِي كُلِّ سِنْدَةٍ وَهَبِيرٍ وَوَكِيلِي فِي كُلِّ أَحْيٍ وَتَوْلِيَتِي فِي كُلِّ تَوَلِيٍّ مَجْتَمِعَةٍ وَعِنَايَتِي  
 فِي كُلِّ حَالٍ ۝

## تیسرا طریقہ - رابطہ

واضح ہو کہ اس باب جمعیت نے وسیلہ دوام آگاہی حق کے حاصل کرنے کا نام رابطہ  
 لکھا ہے۔ سو اس کی تین قسمیں ہیں :-

ایک رابطہ پیدا کرنا حق تعالیٰ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت اولیں قرنی قدس  
 سرہ و حضرت رابعہ بصری قدس سرہ نے کیا۔ جس سے فنا فی اللہ مراد ہے \*  
 دوسرے رابطہ پیدا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کہ کوئی بند خدا تک  
 وسیلہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں پہنچ سکتا کما قال اللہ تعالیٰ  
 قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۝ جس سے فنا فی الرسول  
 عبارت ہے \*

تیسرے رابطہ اپنے پیر سے ہے بحکم آیتہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ  
 اتَّبِعُوا أَلْيَ الْوَسِيلَةِ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ فنا فی الشیخ  
 مراد اس سے ہے۔ یہ رابطہ رابطہ اول و ثانی یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کے  
 واسطے ہے۔ اس سے باطن مرید میں ایک محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے  
 اور تجدید کج ماسوے اللہ کو جلا کر خاک کر دیتی ہے \*  
 اس کا طریق یہ ہے کہ شیخ کو اپنا محبوب و مطلوب گردانے اور اس کی

۱۱۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر رکھتے ہو محبت اللہ سے۔ میری اور چلو۔ محبت کھینکا تم سے اللہ ۱۲  
 ۱۳۔ اے ایمان والو! اللہ سے اور پہنچاؤ اس کی طرف اور مجاہدہ کرو۔ اللہ کی راہ میں تاکہ  
 تمہاری نجات ہو ۱۴ \*

صورت کو پیش نظر کر کے کسی حال میں اس کو اپنے سے بیخبر نہ جانے۔ تا آنکہ دولت سکر و غیبت وجود عدم سے شرف ہو کر مرتبہ فنا و فناء العنا کو پہنچے بعض کو یہاں شبہ پڑا ہے کہ عدم و فنا ایک ہے۔ نہیں وجود عدم عبارت اس انقطاع سے ہے کہ جو بعد توجہ یا مراقبہ کے حاصل ہو اور اس کو بقائے ہو اور جہل سے بدل جائے اور وجود فنا کہ حالت مشہور ہے وہ ہے کہ ہرگز جہل سے بدلے۔

المختصر چاہئے کہ جب تک تمام سلوک پورا نہ ہوئے خدمت پر سے مفارقت نہ کرے۔

حضرت خواجہ عبدالشکر رحمۃ اللہ ذکر رابطہ میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

جائے کن در اندرونہا خویش را | دور کن اور اک غیر اندیش را

یعنی ہمہ تن متوجہ ہو کر دلوں میں کہ دلہائے مشائخ طریقیت سے مراد ہے اپنے کو پہنچا اور فنا ہو جا۔ اور طریقہ خواجگان کے موافق دم کی حفاظت کر۔

تا آنکہ تیری اور پیر کی ایک مراد ہو جائے اور توائل سعادت سے مشرف ہو کہ اس سے زیادہ متسور نہیں اور بعضے اکابر نے رابطہ حفظ صورت پر منحصر رکھا ہے اور

لکھتے ہیں کہ چونکہ مرید بیچارہ عالم سفلی کا اسیر ہے اور عالم علوی سے تناسبت نہیں رکھتا کہ حضرت حق سے لے ویلے فیض حاصل کرے۔ پس اس کے لئے ایک

متوسط جس کو دونوں جہتیں حاصل ہوں (یعنی عالم علوی سے حوا اٹھانا اور عالم سفلی کی طرف خلق کو فیض پہنچانا) ضرور چاہئے سو وہ واسطہ مرید

کے حق میں پیر کا ہے۔ پس جب قدر پیر کی متابعت زیادہ کرے گا۔ اسی قدر فیض حاصل ہوگا۔

زال روئے کہ چشم تست احوال | مقصود تو پیر تست احوال

جزء اعظم اس میں بخت و خدمت و رعایت ادا بظاہر و باطن ہے



اور اتباع عادات و عبادات اور اپنی مراد کو اس کی مراد کے تابع کرنا اور اس کے ماتھے میں کاملیت فی ید الغسال رہنا اور اس میں فانی ہونا \*  
 مشائخ کہتے ہیں کہ فنا فی الشیخ مقدمہ فنا فی اللہ ہے اور اعظم امور میں سے ہے۔ لازم ہے کہ جس طرح بنے پیر سے ایسی مناسبت پیدا کرے۔ کہ نسبت رابطہ غالب ہو جائے اور اپنے کو عین پیر جاننے لگے۔ بلکہ جس طرف دیکھے پیر نظر آئے ۵

ور و دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق  
 ہر کجائیے نگرم رو سے ترانے بینم

خدا جاننے تو پیر کسے سمجھا۔ پیر وہ ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی امر سرزد نہ ہو اور ان کی مرضی میں نیست ہو گیا ہو اور خواہش شریعت میں اس کی خواہشیں گم ہو گئی ہوں اور وہ ایک آئینہ صوراخلاق و اوصاف نبوی کا ہو۔ اس مقام میں سالک صفات نبویہ کی جہت سے منظر تصرفات حق ہوتا ہے اور اپنے سے فانی اور مراد حق میں مابقی ہو جاتا ہے ۵

از بسکہ در کنار ہے گردش نگار  
 بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے عین  
 اور مرید وہ ہے کہ آتش ارادت نے اس کی خواہشیں جلا دی ہوں اور رقوم مرادات لوح ہستی سے مٹا دیے ہوں اور وہ اپنی سعادت قبول پیر میں جانتا ہو اور سب طرف سے منہ پھیر کر اس کے جمال کو قبلاً دل گردانتا ہو ۵

آزاد کہ در سراے نگارست فارغست  
 از باغ و بوستان تماشاے لالہ زار

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ رابطہ اعتقاد کامل و عشق بہم پہنچانا

ہے مرشد کے ساتھ کہ یہ سب راہوں سے زیادہ تر قریب ہے۔ یہاں تک کہ اگر مرید میں قابلیت نہیں ہوتی تو بھی نجات کے سبب سے مرشد اس میں نصرت کرنے لگتا ہے۔

مشائخ طریقت کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر یہ تم سے نہ ہو سکے تو ان کے ساتھ صحبت رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں۔

عارف باللہ شیخ عبدالرحیم قدس سرہ نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اول تو کامل بیداری و ہوشیاری کہ بر تو بچنے ذاتی کے اظلال سے مراد سے پیدا کرو تا کہ تعلق کونین سے مخلصی ہو اور اگر پیسٹرن ہو حکم آئیے گو نوذامع الصادقین ان شخصوں سے تعلق بہم پہنچاؤ کہ جو اس پر تو سے مشرف ہو کر علاقہ ماسوائے سے نجات پائے کیونکہ جو شخص کہ شہود ذاتی کا حاصل ہوتا ہے اس کی توجہ سے جلد تر وہ امر حاصل ہوتا ہے کہ سالہا سال کے مجاہدوں سے نہیں ہو سکتا۔

ایک روز امیر کمال قدس اللہ سرہ نے خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب استاد کسی شاگرد کو کچھ تعلیم کرتا ہے تو البتہ چاہتا ہے کہ اپنی تعلیم کا امتحان کرے۔ سو آج ہم امیر برہان کو تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ تم ہمارے سامنے اس کی طرف متوجہ ہو۔ یہ فرما کر امیر برہان کو سامنے کیا۔ آپ متوجہ تو ہوئے لیکن رعایت ادب سے کچھ تامل کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تامل کیا ہے حضرت خواجہ نصرت باطنی میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی سی دیر کے بعد امیر برہان میں شکرِ حقیقی کا اثر ظاہر ہوا۔

صاحبِ شجاعت لکھتے ہیں کہ امیر برہان صاحبِ شکر تھے اور انہوں نے آرازی سے الگ ہتے تھے۔ قوتِ باطنی کا یہ حال تھا کہ دم بھر میں بعضے اصحابِ کمال

غارت کر دیتے تھے۔ چنانچہ

شیخ نیکروز بخاری کہ خواجہ کے بڑے اصحاب میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں  
 جب کبھی امیر برہان سے ملتا میرا احوال باطنی مجھ سے لے لیتے اور مجھے خالی کر کے  
 چھوڑ دیتے۔ جب کئی بار کیفیت گزری۔ ایک روز شکایت کرنے کو حضرت شیخ  
 قدس اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ امیر برہان کی شکایت کرنے  
 کو آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں  
 تم میری طرف متوجہ ہو جانا اور سمجھنا کہ میں نہیں۔ وہ ہی ہیں۔ میں یہ تعلیم  
 پا کر امیر برہان کے پاس گیا۔ انہوں نے عادت کے موافق چاہا کہ مجھ میں  
 نصرت کریں۔ میں نے حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر ان کی صورت کا  
 خیال کیا اور دل میں کہا کہ میں نہیں نہیں۔ حضرت خواجہ ہیں۔ تھوڑی دیر  
 میں امیر برہان بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس روز سے پھر بھی مجھے نہ چھوڑا۔  
 حضرت خواجہ عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو نوافع الصادقین  
 کے معنی میں فرماتے ہیں کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں :-  
 ایک کینونت بحسب صورت یعنی ظاہر میں اہل صدق کے ساتھ صحبت  
 رکھنے کو لازم وقت جاننا۔ تاکہ محبت و اہم سے باطن ان کے اخلاق صفا  
 سے منور ہو جائے اور ایک کینونت بحسب معنی یعنی براہ باطن ان سے اہل  
 اختیار کرنا۔ اس میں مرشد کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا ضرور نہیں  
 بلکہ تصور میں ایسا طریق اختیار کرے کہ اس سے صحبت دائمی حاصل ہو صورت  
 سے معنی کی طرف عبور ہو جائے تاکہ سر کو سر سے مناسبت ہو کر بسبب اتحاد  
 مقصد اہل حاصل حقیقت ہو۔ فرماتے تھے کہ کونوا مع الصادقین سے یہ  
 مراد ہے کہ صادق دل کو صادقین میں سے کسی کے ساتھ مربوط کرے اور  
 صادق وہ لوگ جن کی چشم بصیرت کے آگے سے غبار غیرت اٹھ گیا۔

سمجھنے کی بات ہے۔ رخ صدوق اس نیزہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مثل رستی وغیرہ جو صفتیں ہونی چاہئیں وہ ہوں۔ جو حقیقت انسان کے واسطے جو کمالات چاہئیں جس کو حاصل ہوں یعنی جو شخص حقتعالیٰ کی طرف بر سبیل دوام متوجہ ہو۔ وہ صادق ہے۔ ایسے شخص کی دم بھر کی صحبتیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے برسوں کے مجاہدوں سے نہیں ہوتا۔

ایک روز سرخیل صادقین حضرت عزیزان کے ہاں مہمان آگئے۔ گھر میں اللہ کا نام تھا۔ نکر میں باہر تشریف لائے۔ پتھان کہ کسی کھانے کا نام ہے اس کا بیچنے والا ایک دیک پتھان لو کر حاضر ہوا کہ میں نے آپ کی نذر مانی تھی۔ آپ نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر قبول فرمایا۔ جب مہمانوں سے فارغ ہوئے اس کو بلا کر فرمایا کہ تم نے آج بڑا کام کیا۔ خوب وقت پر کھانا لائے۔ اب جو کچھ مراد ہو بیان کرو۔ وہ شخص آپ سے واقف تھا۔ کہنے لگا کہ میری مراد یہ ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ امر دشوار ہے۔ تم تمہل نہو سکو گے تم پر بار بڑیگا۔ اس نے کہا اپنی تو مراد یہی تھی۔ آئندہ آپ کی مرضی۔ آپ اس کو حجرہ میں لیجا کر متوجہ ہوئے۔ اکیساعت کے بعد ظاہر آو باطناً اپنے جیسا کر دیا۔ لکھا ہے کہ چالیس روز زندہ رہا۔

باماشقال نشیں وہ عا شعی گزین | باہر کہ نیست عاشق با او مشورین

عشق غضب ہے عشاق کی صحبت عجب ہے +  
سجد نبوی کے کئی دروازے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض اخیر میں فرمایا کہ دروازے بند کر دو۔ بند کر دئے۔ مگر ایک دروازہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف تھا۔ اس کو کھلا رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ الیوم تسد کل فرجۃ الا الی بکرہ ہ آج تمام شکاف یعنی دروازے بند کر جاویں الا الی بکرہ رضی اللہ عنہ کا۔

ارباب تحقیق نے اس حدیث میں گفتگو کی ہے اور وہ یہ ہے :- کہ حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت جُنتی بدرجہ کمال تھی۔ آپ نے اس حدیث میں اس معنی کی طرف اشارہ فرمایا کہ تمام نسبتیں اور طریقے نسبت جُنتی کے مقابلہ میں بند ہیں۔ کوئی نسبت موصل بمقصود اس کے سوا نہیں ہے۔ پس رابطہ نسبت نسبت جُنتی سے مراد ہے جس کو کسی صاحب دولت سے حاصل ہو۔ اور طریقہ خواجهگان میں کہ حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ اس نسبت کی نگاہداشت بہت ہے +

طالب کو چاہئے کہ تمام کام چھوڑ کر عجز و نیاز کے ساتھ حاضر و غائب شدگی کی وحایت کی طرف متوجہ رہے اور ظاہر و باطن جان و مال اس پر قربان کر دے +

مولانا سعد الدین کاشغری فرماتے تھے کہ ایک روز مولوی عبد الباقی نے مجھ سے دریافت کیا کہ جب تمہارے پیر تم پر خفا ہوتے تھے تو کیا کہا کرتے تھے میں نے کہا یہ کہا کرتے تھے کہ میں فقیر آدمی ہوں۔ جب تم میرے پاس آتے ہو اللہ اللہ کرتے ہو۔ جب باہر جاتے ہو تو خدا کو بھول جانتے ہو۔ پھر نہیں جانتے کہ خدا کون ہے۔ یہ سن کر فرمایا کہ تم کیا کہتے تھے۔ میں نے کہا ہم چپ ہو جاتے تھے۔ فرماتے لگے عجب وہی تھے۔ تم کو چاہئے تھا کہ یہ کہتے کہ ہم خدا کو کیا جانیں۔ ہم تو آپ کو جانتے ہیں +

مختصر یہ ہے کہ ہر حال میں روئے دل پیر کی طرف رکھو اور جو کچھ جہان سے حاصل ہو۔ اسی کی توجہ سے سمجھو +

خواجہ عبید اللہ اجرا ایک ذرا ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر ربیل تمثیل فرماتے لگے۔ کہ اگر خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو اور پھر کسی اور بزرگ سے مل کر کچھ حاصل ہو تو تو کیا سمجھے۔ یہ فرما کر

فرمایا سمجھ کو چاہئے کہ اس کو بھی خواجہ ہی کی نسبت سمجھے \*  
 ایک روز ایک مرید حضرت قطب الدین چدر کا شیخ شہاب الدین ہریرہ  
 رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چلا آیا تھا۔ جب بھوک لگی تو اپنے پیر کے شہر کی طرف  
 رخ کر کے کہنے لگا۔ شے لٹھ قطب الدین چدر۔ شیخ علیہ الرحمۃ سمجھ گئے۔ ایک  
 مرید کو اشارہ کیا۔ وہ کھانا لیکر گیا۔ جب کھا چکا پھر اسی طرف منہ کر کے کھانا کھا  
 قطب الدین چدر۔ تم ہم کو ہر جگہ ہر حال میں یاد رکھتے ہو۔ جب یہ حضرت شیخ علیہ  
 الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا کہتا۔ کہنے لگا یہ عجب آدمی ہے۔ کھانا  
 آپ کا کھاتا ہے۔ شکر قطب الدین چدر کا بجالاتا ہے۔ فرمایا طریق مرید ہی کا  
 کوئی اس سے سکھے۔ ظاہر او باطناً جہاں سے فیض اٹھاتا ہے۔ اپنے ہی  
 پیر کی طرف سے سمجھتا ہے \*

قصہ کوتاہ اپنی ذات کو اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کر دے۔ اور  
 اس کے فیض کا منتظر رہے۔ تا آنکہ فیض آنے لگے۔ اس وقت آنکھیں  
 بند کر لے اور اگر حاضر ہے اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ٹکٹکی بانڈھا کر  
 فیض کی محافظت کرے۔ اور غائب ہو تو اسی طرح تصور سے کام لے \*  
 صاحب رشحات نے خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں  
 لکھا ہے کہ ایک شخص جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کے چہرہ  
 مبارک کی طرف دیکھا کرتا۔ ایک روز آپ نے اس کی طرف مخاطب فرمایا  
 فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ بہلول الدین قدس اللہ تعالیٰ کے چہرہ  
 مبارک کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے فرمایا موصوع

دیوانہ شوہر کہ بہ بند رخ ہوا

ہماری طرف بہت نہ دیکھا کرو۔ ایسا نہ ہو بل ماٹھتا جاتا ہے۔ بعد ازاں  
 فرمایا۔ مرید کو چاہئے کہ پیر کی دونوں بہوؤں کی طرف توجہ رہے اور اس کی

ہر حال میں اپنے احوال و اقوال سے واقف سمجھے یعنی یقین کرے کہ میرا تمام حال اس کو معلوم ہے۔ لیکن بعض کو مصداقاً بیواسطہ مجھ پر ظاہر نہیں کرتا تاکہ اس کی اہست و عظمت اس میں تصور کرے اور جو کام پیر کے سامنے کرنے کے قابل نہیں ان سے باز آئے اور حجاب درمیان سے اٹھ جائے مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رابطہ کے واسطے شخص اصل بمقام مشاہدہ و منور بنور تجلیات ذاتیہ ہوتا کہ اس کے دیکھنے سے اس حدیث صحیح کے بموجب فائدہ حاصل ہو **هُنَّ الَّذِينَ إِذَا رُكِبَ اللَّهُ يَنْزِلُ** اولیا وہ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ ایک حدیث سے **هُنَّ جُلَسَاءُ اللَّهِ** یعنی وہ جلس ہیں خدا کے اور ایک حدیث ہے **هُنَّ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ** یعنی وہ ایسی قوم ہیں جن کا ہم صحبت بد بخت نہیں ہوتا۔  
خواجہ عزیزان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۵

ذرتوزمید صحبت آب و گلت  
ورنہ نکلند روح عزیزان بخلت

باہر کشتی و نشد جمع دلت  
زہار ز صحبتش گریزان می باش

شیخ ابو القاسم گروگانی قدس اللہ تعالیٰ نے ایک روز ایک مرید سے فرمایا کہ اس کے پاس بٹھو جس کے پاس بٹھو کر تو ویسا ہو جائے یا وہ تیرے جیسا ہو جائے یا نہ تو رہے نہ وہ۔ تم دونوں حق میں کم ہو جاؤ۔  
خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا آئینہ۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ اور حقیقت انسانی حق سبحانہ تعالیٰ کا آئینہ۔ پس معانی غیبیہ راہ دور و دراز طے کرنے کے بعد زبان پر صورت لفظی حاصل کر کے اہل استعداد کے کالوں پر پہنچتی ہیں۔ یہی کلام ہے کہ جس کا حسن سننے والے کے ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ پھر فرماتے کہ حسن مخصوص کلام اولیاء اللہ سے ہے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھتے قطعاً

کہ چور ڈوٹے اور بیہوشی دل تو باؤ گرائے  
ہمہ روز ہستی خود بکھدیش می رہنا  
کہ زیبا سچ عفتوا اور امر کلمات بد نیاید

سہ نشاں بود ولی راز نخت آن معنی  
دوم آنکہ در مجالس جو سخن کند ز معنی  
سوم آن بود معنی ولی نفس عالم

فائدہ :- ظانبا کو پچھتے کہ جب ارباب جمہیت کی صحبت میں حاضر  
ہو اس وقت ذکر نہ کرے۔ کیونکہ غرض ذکر سے اس نسبت کا قائل ہونا ہے۔  
ہماری دانست میں ان لوگوں کے پاس جا سے ذکر و حدیث نفسی دونوں  
سے بچائے۔

مولانا سعد الدین کا شغری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خاموشی کلام  
سے نافع تر ہے۔ کیونکہ ہر کلام سے حدیث نفسی حاصل ہوتی ہے اور فیض الہی  
کہ ہرگز منقطع نہیں ہوتا اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔

علاوہ بریں جن لوگوں کو دوام حضور حاصل ہے۔ ان باتوں کو سن کر  
ان کا دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص  
سطح کتاب میں مشغول ہے اور ایک شخص آکر آواز سے اس کے آگے بولنے  
لگے اور اس کا دل پریشان ہو۔

پس ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث نفسی ذکر سے امترا کرے۔ اور ابتدا  
میں تا بمقدور ایسے شخصوں سے ملے جن پر یہ نسبت غالب ہو۔ وگرنہ غیر نسبت  
والے کیسے ہی متقی اور مہلوی حافظ کیوں نہ ہوں۔ ان سے سولے نقصان پہنچ  
حاصل نہیں اس سے ہماری یہ مراد نہیں کہ ہم زہد و تقویٰ وغیرہ سے انکار کرتے  
ہیں۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر زہد و تقویٰ غالب ہے اور یہ چاہ  
بتدی اس کو ان کی صحبت میں وہی نسبت زہد و تقویٰ کی حاصل ہوگی اور  
اپنی نسبت سے کہ سب سے شریف تر و لطیف تر ہے رہ جائیگا۔

خواجہ شمس الدین عارف نے فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخصوں کے پاس بٹھو



کہ جو تم پر غالب نہیں ایسا نہو کہ وہ تم کو کھا جائیں۔ غالب نہیں یعنی بحسب  
 نفس و قوائے قوی نہیں تم کو کھا جائیں یعنی تمہارا وقت ضائع نہ کریں اور  
 فرماتے کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں بندگان خدا کی خدمت بجا  
 لانی اور ان کو راحت پہنچانی ذکر و مراقبہ پر مقدم ہے۔ ہرگز ثمرہ عبادت و  
 نوافل کا اثر نتیجہ محبت مومن کے برابر نہیں ہو سکتا۔ خواجہ بہاؤ الدین قدس  
 اللہ تعالیٰ کسی سے خدمت نہ لیتے تھے۔ کیونکہ خدمت احسان میں داخل ہے  
 اور حسب محسن ضروریات سے ہے۔ ان کی سمیت تو پہلے ہی نفی خلق میں  
 مصروف ہے۔ احسان اٹھانا اور کسی سے دل لگانا کیا ہے۔

پس نہیں چاہتے کہ کسی طرف دل کا علاقہ باقی رہے۔ بلکہ جہاں تک  
 ہو سکتا ہے اوزوں کی خدمت کرتے ہیں۔ امید اگر یہ خدمت لیتے ہیں تو ایسے  
 شخصوں سے لیتے ہیں کہ جن میں قابلیت طریقہ دیکھتے ہیں۔ تاکہ بسبب  
 قبول خاطر ان کا علاقہ عالم سے منقطع ہو جائے۔ یہ فرما کر فرمایا کہ ہم نے یہ طریقہ  
 صوفیوں سے حاصل نہیں کیا بلکہ لوگوں کی خدمت سے حاصل کیا۔ درگاہ  
 الہی میں ہر شخص کو ایک دروازہ سے لاتے ہیں۔ سو ہم کو دروازہ خدمت سے  
 لئے۔ خدمت میری محبوب سے۔ خدمت میری رضا ہے۔ میں جس سے  
 کچھ امید رکھتا ہوں اس کو کسی کام کے لئے کہتا ہوں۔

خدمت ترا بہ کنگرہ کبریٰ کشد	این سقنا کاہ را بہ این نزد بال مخواہ
-----------------------------	--------------------------------------

یہی مضمون خواجہ غلی علیہ الرحمۃ کے کلام کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ راہ خدا  
 میں بہت مجاہدہ کرنے سے بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن کنگرہ  
 ایک راہ خدا تک پہنچنے کی بہت سہل معلوم ہوئی ہے اور وہ خلق کی خدمت  
 ہے۔ اس میں کوشش کرنی چاہئے۔ شاید کسی صاحب دل کے دل میں گھر  
 ہو جائے اور اس دل سے کہ نظر گاہ حق ہے کچھ حصہ دل رہے۔

خواجہ عزیزان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

خود را بشکن کہ بت شکستن نیست  
بجز ز خودی از قید رستن نیست  
در گوشتہ خاطر عزیزاں جاکن  
در ذہب ما گوشہ نشستن نیست

سوزاں بس کر۔ اس سے زیادہ ذکر رابطہ میں بکھنے کی ہوس نہ کر۔ اب کچھ ان حضرات کی ہمت کا حال سنارے۔ بہت دبار کے معنی سمجھا دے \*  
ہمت جمع خاطر سے مراد ہے۔ امر واحد پر اس طرح کہ اس کے خلاف دل پر خطرہ نہ گزرے۔ ایسی ہمت سے مراد تخلف نہیں۔ اصحاب بخیرید کو چاہئے کہ کبھی بھی اپنی ہمت کا امتحان کیا کریں تاکہ معلوم ہو کہ اس میں کس قدر اثر ہوا \*

خواجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے جو فتوحات میں لکھے ہیں کہ عارف ہمت نہیں رکھتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی ذات و حقیقت پر نظر نہیں رکھتا۔ جو کچھ اوصاف کمال سے مثل علم قدرت و ارادت اس کو حاصل ہے۔ سب کو عاریت سمجھتا ہے۔ پس وہ اپنی حد ذات کو پہچان کر مقام فقر حقیقی میں گزرتی محض ہے۔ بحسب اقتضائے ذات رہتا ہے۔ ہرگز اوصاف عاریتی کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ ہو جس نفسانی و حظرات شیطانی سے بسبب کمال عنایت الہی جھوٹ گئے۔ ان کو چاہئے کہ اگر کبھی اہل ظلم و شرک کا قابض ہو تو ہمت کے زور سے ان کو دفع یا ہلاک کر کے مسلمانوں کو ان کے ظلم و شرک سے بچایا کریں اور خاطر کو یک سخت دفع پر مشتمل کیا کریں۔ ابو اہل جوانی میں بسبب مولانا سعد الدین کا شغری ہرات شریف لکے تو ہم ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ ایک روز ونگل تھا۔ تماشاً دیکھنے کو حضرت کے ساتھ چلا گیا۔ دو پہلو والوں کی کشتی پٹھری۔ ایک ان میں بہت ڈبلا ٹخنہ تھا اور

ایک بڑا تیار قوی۔ مجھے اس دُبلے پر رحم آیا۔ حضرت مولانا کی خدمت میں  
 عرض کیا۔ فرمانے لگے تم ہمت کرو۔ ہم بھی مدد کریں گے۔ اس وقت میری طبیعت  
 بھی لگب لگی تھی۔ تنے میں اس دُبلے پہلوان نے اس کو زمین پر سے اٹھا کر  
 دس مارا۔ غل چک گیا۔ مولانا ہنوز مراتب تھے۔ میں نے آستین پکڑ کر  
 کہیں بھی کہ اٹھنے نفع ہوئی \*۔

صاحب شحات لکھتے ہیں کہ مولانا ناصر الدین کہتے تھے کہ ایک بار حضرت  
 خواجہ عبید اللہ حرار رحمۃ اللہ علیہ سلطان مرزا عبداللہ بن ابراہیم بن مرزا  
 شارجہ سے ملنے کو سمرقند تشریف لے گئے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ جب سمرقند  
 پہنچے۔ امراء میں سے ایک شخص ملنے کو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم فقط تمہارے  
 مرزا سے ملنے کو یہاں آئے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ مرزا نے پروا جو ان  
 ہے۔ ملاقات دشوار معلوم ہوتی ہے اور درویشوں کو خود امراء سے ملنا نہ جائے  
 آپ نے فرمایا۔ ہم از خود نہیں آئے۔ حکم کے موافق آئے ہیں۔ خیر اگر تمہارا  
 مرزا بے پردا ہے تو ایسے کو لائینگے جس کو پروا ہوگی۔ وہ شخص تو اٹھ کر چلا گیا  
 آپ نے بادشاہ کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھ کر تھوک سے مٹا دیا اور فرمایا کہ  
 ہمارا کام اس بادشاہ سے اور اس کے امراء سے نہیں نکلتا۔ یہ فرما کر اسی وقت  
 تاشقند کو روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ نہ گزرا ہو گا کہ سلطان ابوسعید نے ترکستان  
 سے فروج کر کے اس کو اس کے تمام امراء سمیت قتل کیا \*۔

حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح معارضہ آل  
 کے ساتھ ممکن نہیں۔ اسی طرح ہمت کے ساتھ نہیں۔ جو شخص ہمت عارف  
 سے معارض ہو گا البتہ مغلوب ہو گا۔ بلکہ اگر کافر ہمیشہ کسی امر پر ہمت مصروف  
 کریگا تو وہ بھی کامیاب ہو گا۔ کیونکہ ہمت کے لئے عمل صالح شرط نہیں  
 جیسے نفوس صافیہ تاثیر رکھتے ہیں۔ اسی طرح نفوس شریرہ رکھتے ہیں

اور فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ عارف ہمت نہیں رکھتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ عارف  
 اُس قتل سے مشرف ہوا ہے کہ اُس کا نام رہا نہ نشان۔ جو کچھ اُس سے ظاہر  
 ہوتا ہے وہ اُس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ سیدنا وَلَٰكِنْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا وَهِيَ  
 وَ لَٰكِنْ اِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى بِمٰرِىءٍ  
 کی شاہد ہے وگرنہ حضرت نوح و ہود وغیرہ علیہم السلام نے قوت قاہرہ کے تصرف  
 سے ایک عالم کو زیر و زبر کیا ہے۔ ان کی نسبت کیا خیال کیا جائے ؟  
 رستم الجردون کہتا ہے کہ ہمت میں عجب تاثیر ہے۔ اگر اس کا مفصل  
 بیان کیجئے تو یہ کتاب کبھی تمام نہ ہو۔ سبحان اللہ کسی نے کیا کہا ہے  
 ہمت اگر سلسلہ جنباں شود مور تو اند کہ سلیمان شود

صاحب ریشحات نے خواہہ پارسا علیہ الرحمۃ کے خالوادہ میں سے ایک  
 بزرگ کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ جو اکابر خاندان خواجگان سے  
 منقول ہے کہ لوگوں کے بار میں آگئے۔ سو وہ دو صورتوں میں سے ایک  
 صورت میں ہوتا ہے یہ کہ جب کسی یار آشنا یا عزیز کو عارضہ یا ملال یا گرفتاری  
 معصیت عارض ہوتی ہے تو یہ لوگ اول وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ بعد از اس  
 صدق و اخلاص و عجز و نیاز کے ساتھ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے اُس کی وسعت  
 دعا کرتے ہیں۔ اس میں تو کچھ اندیشہ نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صاحب  
 مرض یا معصیت کو اسی طرح بالقصور میں سامنے بیٹھا کر اپنے صاحبِ ش  
 یا معصیت قرار دیتے ہیں اور اُسے جگہ اپنے کو اثبات کرتے ہیں اور اس سے  
 صرف ہمت کرتے ہیں کہ وہ اچھا ہو جائے ۔

وہی صاحب فرماتے تھے کہ اگر یار یا عزیز بیمار ہو تو اُس کے واسطے  
 ہمت کرنی چاہئے۔ لیکن ہمت کرنے کے وقت اجتماع خاطر شرط ہے۔  
 چاہئے کہ ہمت بتا رہے دفع مرض کے لئے صرف کیجائے تاکہ اُس پر

فائدہ مترتب ہو اور اگر دل پریشان ہو تو اول ہمت سے خاطر جمع کر لینی چاہئے۔ بعد ازاں ہمت کریں \*۔

رہنم الحروف کہتا ہے کہ دوسری صورت رفع مرض کی جو اُس حسب نے بیان کی۔ اُس میں انشاء اللہ تباہی لے کر مریض تو اچھا ہو جائے گا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ یہ شخص اُس کے بار میں آجائے گا۔ یعنی اُس کی جگہ فوراً اُسی مرض میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے خود اُسی بزرگ کے حالات میں لکھا ہے کہ میرے والد کہتے تھے کہ ایک روز انہوں نے مجھ سے کہا کہ فلاں سید جو ہمارے پاس آیا کرتا تھا کئی روز سے اُس کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اُس کی ڈاڑھ میں درد ہے۔ چہرہ ورم کر رہا ہے۔ کہنے لگے قابل آدمی ہے۔ عیادت کرنی چاہئے۔ یہ فرما کر کھڑے ہو گئے میں ان کے ساتھ اُس کے مکان پر گیا۔ شدت درد سے بخار چڑھ رہا تھا۔ آپ سر پیچھے کر کے چپ چاپ بیٹھ گئے۔ ایک ساعت کے بعد سر اوپر اٹھایا۔ جو ان اچھا ہو گیا۔ ان کی اُسی ڈاڑھ میں ایسا درد ہوا کہ بخار چڑھ گیا۔ اور دو ہفتے بیمار رہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں بار سے محفوظ رہنے کی تدبیر اس سے بہتر اب تک معلوم نہیں ہوئی۔ جیسے کہ صاحب مقامات منظری نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔ اس قسم کے معاملات عجیب کا ظہور بشر حصول فنا و بقا حاصل نہیں ہوتا۔ اور متوسطین سے یہ معاملے بیشتر ظاہر ہوتے ہیں اور مبتدیوں کی طرح منتہیوں سے شاذ و نادر۔ کیونکہ ان کو امور کو نیست سے علاقہ نہ رہا۔ مگر اتنا فرق ہے کہ مبتدی قوت قدرت نہیں رکھتا اور منتہی باوجود قوت و قدرت ان امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بالجملہ قاعدہ سلب کا یہ ہے کہ اُسی طرح صاحب مرض کو سامنے بٹھا کر یا لٹا کر اپنے کو اثبات کر کے جو سائنس اندر جگے تصور کر کے کہیں

اپنے میں سے اس مرض کو زمین پر ڈالتا ہوں۔ پانسو دم میں صحت  
کامل حاصل ہوگی \*

کلام اکابر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مریض کی عمر باقی نہ سمجھی گئی تو  
بعض حضرات نے ضمنی جیات میں لیکر بعض مریضوں کو عمر دوبارہ بخشی  
ہے \*

مولانا نظام الدین خاموش فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں ہم کو سمرقند  
بنانے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار شیخ الاسلام خواجہ عصام الدین بہت بیمار ہوئے  
ان کے عزیز واقربا ہمارے پاس آکر منتیں کرنے لگے کہ ان کو چلکر دیکھو  
دیکھا تو خواجہ حالت نزع میں تھے۔ ہم نے بہت بہت کرنے میں تامل  
کیا۔ وہ لوگ ہمارے سر ہو گئے۔ ناچار ہم نے اپنے کو اثبات کر کے خواجہ کو  
ضمنی جیات میں لیلیا۔ اسی وقت اچھے ہو گئے۔ بعد چند روز کے ہمارا  
ایک کام پڑا کہ جس میں ان کو سچی کرنی چاہئے تھی۔ مگر انہوں نے  
مضانقہ کیا۔ ہم نے اسی وقت ان کو اپنے ضمنی سے خارج کیا۔ جس وقت  
ضمنی سے خارج ہوئے اسی دم گر کر مر گئے \*

حضرت خواجہ عہد التدریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مولانا ولایت  
شاہ میں تشریف لائے تو میں ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا تھا۔ ایک  
روز ایک موقع پر خود انہوں نے عصام الدین کو ضمنی میں سے خارج کر دینے  
کا ذکر کیا اور اثنائے ذکر میں خفا ہو کر فرمایا کہ تم سے کہے دیتا ہوں کہ میں نے  
تم کو بھی ضمنی سے خارج کیا۔ ان کے کہتے ہی میری طبیعت بوجھل ہو گئی  
بہانہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مرید تو ان کا تھا ہی نہیں۔ شیخ فاؤنڈیشن  
باعتدالی کے حرار پر جا کر ان کی طرف متوجہ ہوا اور باطن میں عرض حال  
کر کے ان سے مدد چاہی سقوی سی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ روحانیت عزیز

کی مدد سے جو بار انہوں نے مجھ پر ڈالا تھا وہ مجھ پر سے اٹھ کر ان پر گر پڑا۔  
 اتنے میں مجھ کو اپنا بدن ہلکا معلوم ہونے لگا۔ تیس اٹھ کر پھر مولانا کی خدمت  
 میں گیا۔ دیکھا تو مولانا فریبتی وغیرہ کے ساتھ ہنگامہ صحبت گرم رکھتے ہیں۔  
 میں حیران ہو کر ایک طرف گوشہ میں بیٹھ گیا۔ دفعتاً مولانا نے صبح مار کر  
 کہا کہ اٹھو نہیں زیر بار ہو گیا۔ ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا اسی وقت سے بیا  
 پڑ گئے۔

جناب مولانا محمد قاسم (کہ حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے  
 اسی باب میں سے ہیں) کہتے تھے کہ مولانا نظام الدین بدیہ کرتے تھے کہ جو کچھ  
 مدت احرار میں پیدا کیا تھا۔ حضرت خواجگان نے مجھ سے لے لیا۔ حضرت  
 خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ کہ نہایت صاحب تصرف و جذبہ تھے ہر چند  
 چاہتے رہے کہ فقیر کی نسبت تصرف کو کام فرمائیں۔ کچھ بن نہ آئی۔ آخر  
 اسی مرض میں انتقال ہوا۔

تنبیہ:- یہ جو لکھا ہے کہ خواجہ پلور و شیخ عمر باغستانی کے مزار پر جا کر  
 ان کی روح سے استفادہ کی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جن کو ملکہ آگاہی  
 حاصل ہے۔ ان کو مزارات سے فیض حاصل ہوتا ہے مگر یہ جو بعض شخص  
 صورت مشائی کے معتقد ہیں۔ اس میں البتہ کلام ہے۔  
 خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کشف قبر اس کو کہتے  
 کہتے ہیں کہ صاحب قبر صورت مشائی ہیں سے کوئی صورت اختیار کرے اور  
 صاحب کشف اس صورت کو چشم بصیرت دیکھنے لگے۔ لیکن چونکہ  
 شیاطین شکل و مثل صورت مختلف میں کرتے رہتے ہیں اور قوت متخیلہ کو  
 بھی صورتوں کے بنانے میں کمال دخل ہے۔ اس واسطے خواجگان  
 قدس سرہم اس کشف کو معتبر نہیں سمجھتے۔

اس وقت مجھے تھوڑا سا بیان جن کا کہنا پڑا۔ مولانا عبد الغفور فرماتے ہیں کہ بعض رسائل شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہوا کہ جو جن کی ترکیب آگ اور ہوا سے ہے اور آگ اور ہوا دو رکن خفیف ہیں۔ بالضروریہ نہایت سبک ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ روح ان میں خضم ہو۔ پس یہ انتہا درجہ کے سیرلح الیہ و کثیر الحکرتہ ہیں۔ ان کی ترکیب کی بنیاد بہت ضعیف ہے۔ ذرا سی ایذا یا گرانی یا ہوا کہ نبی آدم وغیرہ کی ان کو پہنچتی ہے۔ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب ان کی عمر بھی زیادہ نہیں اور جب ان میں کا کوئی کسی صورت میں کسی پر ظاہر ہوتا ہے۔ تو بھاگ کر جلدی ہی نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کے قید کرنے کا طریق جس سے نظر کے سامنے سے بھاگ نہ سکیں یہ ہے کہ جب یہ نظر آئے تو اس کی صورت کو دیکھتا رہے۔ کیونکہ جب تک آدمی کی نظر ان کی صورت پر جمی رہتی ہے یہ اس کی نظر سے غائب نہیں ہو سکتے بلکہ قیدی کی طرح جہاں کے تہاں رہ جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ سامنے آکر تخیلات و حرکات کیا کرتے ہیں تاکہ دیکھنے والے کی نظر پریشان ہو جائے اور بھاگ جائیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ان میں علم و دانش کم ہے اور ادراکات امور معنوی خصوصاً معرفت الہی میں نہایت قاصر ہیں۔ اکثر بیدار و کم فہم ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت سے آدمی کے اندر عفت کبر پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جزو ناری و ہوائی مرکب ہیں اور جزو ناری ان کی ترکیب میں غالب ہے اور کبر و سرشی خواہش ناری سے ہیں۔ جنگا دل ہیں بگولوں کے اندر جو لڑتے پھرا کرتے ہیں۔ اسکا سبب

سہ اکثر سے ہر گاہ لیکن بعض کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ رتسم الحدوت خود ایسے بزرگ سے ملتا ہے جن کی نانات ایک ایسے جن سے ہے جس نے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی جو حسیب



یہی ہے کہ کبریاں کی ذات میں بہت ہے اور جب ان میں کا کوئی مر جانا ہے تو عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ پھر دنیا میں نہیں آتا اور جہان میں مستحقِ عذاب ہیں زہرِ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور اگر آگ میں بھی جلا جائیں تو عجب نہیں۔ کیونکہ دوزخ کی آگ ہزاروں مرتبہ آتشِ عنصری سے تیز تر ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ابوالحسن ابلیس ہے یا غیر ابلیس لیکن تحقیق یہ ہے کہ غیر ابلیس ہے اور ابلیس ایک ان ہی میں سے ہے اور ابوالحسن ایک شخص تھا جس نے اپنی دونوں راتوں کو رگڑا کھٹا اور اس سے اس کے بچے پیدا ہوئے \*۔

الحاصل اس طریقے والے صورِ مثالی کو معتبر نہیں سمجھتے۔ ان کا طریق یہ ہے کہ جب کسی بزرگ کی قبر پر جاتے ہیں تو اپنے کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کر کے بیٹھ جاتے ہیں تا آنکہ صاحبِ قبر کی نسبت ظاہر ہو جاتی ہے پس اس نسبت سے اس کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر اور کسی کا حال معلوم کرنا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیگانہ ان کے پاس آکر بیٹھتا ہے تو یہ اپنے باطن کو دیکھتے ہیں۔ پس جو کچھ اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوا اس کو اس کی نسبت سمجھا۔ لطف ہو خواہ قبر جو کچھ ہو اس سے اسی طرح پیش آتے ہیں \*۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے اس کو تجلے مقابلہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ سو اس کا ظہور کمال جلا و صفا کے باطن کی جہت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی حقیقت کا آئینہ زنگ کونیہ سے پاک و صاف ہو گیا \*۔

صاحبِ رشحات ایک شخص کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ میں حضرت نظام الدین علیہ الرحمۃ کے ساتھ مزاراتِ شاش کی زیارت

کو گیا تھا۔ آپ ایک قبر پر بہت دیر تک بیٹھے۔ بعدہ بڑی کیفیت میں بھرے ہوئے اُٹھے۔ کہنے لگے۔ صاحب قبر پر نسبت جذبہ غالب ہے۔ سو وہ قبر خواجہ ابراہیم کہیا اگر مجذب و ب کی تھی۔ بعد ازاں ایک اور قبر پر پہنچے۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے۔ کہنے لگے صاحب قبر پر نسبت علیہ غالب ہے۔ وہ قبر شیخ زین الدین کی (کہ علماء ربانی سے گذرے ہیں) تھی \*

خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس قدر زائر صفت جہا مزار سے واقف ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کو مزار سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اسی صفت پر توجہ کی جاتی ہے۔ اور اگرچہ قرب صوری زیارت کے واسطے آتا بہت رکھتا ہے لیکن درحقیقت ارواح مقدسہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے بعد صوری مانع نہیں جنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صَلُّوا عَلٰی حَيْثُمَا كُنْتُمْ اس کلام کی شائد ہے \*  
المختصر صور مثالیہ اہل قبر کا مشاہدہ ان کی صفت کے پہچاننے کے مقابلہ میں معتبر نہیں \*

زیارت مزارات پر مجھے حضرت خواجہ بزرگ کا ایک قول یاد آیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حق کا مجاور ہونا خلق کے مجاور ہونے سے بہتر ہے اور یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے

تو تاکے گور مرداں را پرستی | بگرد کار مرداں گرد رستی

فرمایا کرتے تھے کہ مرے ہوئے شیر سے زندہ بنی بہتر ہے

تاکے بزیارت مقابر	عمت گذرانی سے فردہ
یک گریب زندہ پیش عارف	بہتر از ہزار شیر مردہ

مقصود زیارت سے اکابر دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مشاہدہ ہے۔ سو چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف کر کے اس بزرگ کی روح

کو کمال توجہ کا وسیلہ گردانیں۔ کیونکہ خلق کے ساتھ تواضع اس وقت تک  
زیبا ہے کہ خاص خدا تعالیٰ کے لئے کیجاے۔ کس واسطے کہ یہ سب مظاہر  
آثار قدرت و حکمت ہیں۔ استغفر اللہ میں بھی کتنا زباں دراز ہوں کیا  
کہنے بیٹھا تھا۔ کیا کہنے لگا \*

## نسبت کا بیان

ہاں نسبت کبھی کیفیت مخصوصہ سے مراد ہوتی ہے اور کبھی صفت عامہ  
یا ملکہ نفس سے \*

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے طریقوں کا مرجع  
ہیئیات نفسانی کی تحصیل ہے جس کو نسبت کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ  
نسبت اللہ تعالیٰ کے انتساب و ارتباط سے مراد ہے اور اس کا نام سکینہ  
و نور بھی ہے اور نسبت کی حقیقت و ماہیت ایک کیفیت ہے کہ جو نفس  
میں حلول کر جاتی ہے از قسم تشبیہ بفرشتگان یا جہانکنا عالم جبروت کا \*  
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بندہ جب طاعات و طہارات و  
اذکار پر مداومت کرتا ہے تو اس کو صفت حاصل ہوتی ہے۔ جس کا قیام  
نفس ناطقہ میں ہے اور اس توجہ سے ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتی ہے \*  
سو یہاں صفت قائمہ سے تشبیہ ملکوت مراد ہے اور ملکہ توجہ سے تطلع

جبروت \*  
پس نسبت کی یہ دو جنسیں ہیں اور ہر جنس میں انواع کثیرہ داخل  
ہیں۔ منجملہ ان کے نسبت محبت کہ صفت قلب میں مستحکم ہو جاتی ہے  
اور نسبت نفس شکنی و بیزاری لذات ہے کہ اہل بیت سے متعلق ہے  
غرض نسبت عبارت ملکہ توجہ سے ہے کہ مجرد لبیط یعنی ذات مقدس

کی طرف ہو اور حضور مع اللہ زنگ بزرگ ہے۔ بحسب اتصال معنی محبت یا نفس شکنی وغیرہ۔ اور صاحب اسرار ہر نسبت کو علیحدہ علیحدہ دریافت کر لیتے ہیں۔ اور اشغال قادر یہ و پیشیتہ و نقش بند یہ وغیرہ سے عرض اس نسبت کی تکمیل ہے اور یہ نہ سمجھنا جائے کہ یہ نسبت ان ہی اشغال سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ مجھے یہ یقین ہے کہ حضرات اصحاب و تابعین اس کو اور طور سے حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ منجملہ ان اطوار کے بشرط طہارت خلوت و تسبیحات کے مواظبت کے کہ خلوت میں خشوع و خضوع کے ساتھ حضوروں سے پڑھے جائیں یا ہر وقت موت کا کہ قاطع لذات ہے یا ذکر نایا جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے وعدہ ثواب فرمایا ہے یا جو گنہگاروں کی واسطے حکم عذاب فرمایا ہے۔ اس کا ہر دم خیال رکھنا۔ کیونکہ ان کی مواظبت و یاد کے سبب لذات حیتہ سے انقطاع و انفکاک حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت اور اس کے معانی پر ہر وقت غور کرنا یا ان احادیث میں تامل کرنا کہ جن سے دل کو رقت حاصل ہو۔ یہی اعمال تھے کہ جن کے سبب صحابہ و تابعین ملکہ راسخہ و مہیئات نفسانیہ سے کامیاب ہوتے تھے اور یہی معقود شائع صلے اللہ علیہ وسلم سے بوراشت ہمارے مرشروں کو پہنچا +

پس اس میں کچھ شک نہیں کہ الوان مختلف ہیں اور تکمیل نسبت کے طریقے رنگ بزرگ اتنے کلامہ +

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد زینے شاہ دہلی الشرح منہ اللہ علیہ سے سنا کہ قول تکمیل اس بات میں ہے کہ صحابہ و تابعین کی نسبت نسبت احسانہ ہے اور وہ طہارت و سکینہ سے مرکب تھے اس کے لئے عدالت و تقویٰ سے ضروریات سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے

آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم کے ارواح کا مشاہدہ کیا۔ تمام ایک دوسرے کا دہن پکڑے ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ عالم ارواح میں خلیۃ القدس کے ساتھ بہ بیچ عجیب و غریب متصل ہے اور یہ بھی دیکھا کہ ان کا قول عالم ارواح میں باطن و در باطن زیادہ تر ہے بہ نسبت خارج \*  
 مولوی خرم علی مترجم قول الجھیل اس عبارت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس کلام سے مترشح ہے کہ جس طرح مجتہدین شریعت نے احکام ظاہر شریعت کے اصول کھڑائے ہیں۔ اسی طرح اولیاء طریقت نے باطن طریقت کی تحصیل کے قواعد مقرر فرمائے۔ اس صورت میں اہل طریقت پر بدعت سینہ کا گمان سراسر غلط ہے۔ بھلا اصحاب ضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان اشغال کی حاجت کیا لگتی۔ بخلاف متاخرین کہ ان کو بسبب بُعد مانع اشغال کی حاجت پڑی جیسا کہ صحابہ کرام قرآن مجید کے سمجھنے میں صرف و نحو کے محتاج نہ تھے اور اہل عجم محتاج ہیں \*  
 شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے والد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے حسین و سید الاولیاء علی مرتضیٰ علیہم السلام کو خواب میں دیکھا اور میں نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے اپنی نسبت کا حال پوچھا کہ یہ وہی نسبت ہے کہ جو آپ کو زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاصل تھی یا اور سے آپ نے مجھے نسبت میں اشتقاق کرنیکا حکم دیا۔ بعد ازاں خوب تامل کر کے فرمایا کہ وہی ہے \*

سوزاں طوالت سے حذر کر۔ خدا کے واسطے قصہ مختصر کر \*

## طریقہ حضرت مجدد الف ثانی

امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی کے طریقہ کا حال سنا۔ باتیں نہ بناؤں

مرکب دس لطائف سے ہے۔ پانچ لطیفے ان میں عالم امر سے ہیں اور پانچ عالم خلق سے۔ خلق و امر کو ملک و ملکوت بھی کہتے ہیں \*  
 ملک مراد مرتبہ شہادت یعنی جسم و جسمانیات سے ہے اور محدب اثرہ فلک الافلاک سے مرکز خاک تک اور موقوف مادہ پر ہے اور عالم ملکوت جس کو عالم امر کہتے ہیں۔ یہ عبارت عالم ارواح و روحانیات و ملائکہ سے ہے اس کا وجود موقوف بمادہ نہیں بلکہ یہ امر الہی سے بیواسطہ پیدا ہوا ہے \*  
 شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی اصطلاحات میں لکھتے ہیں کہ اس عالم کو عالم امر اس واسطے کہتے ہیں کہ بجز امر کن موجود ہوا اور شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العزنی قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واسطے امر کہتے ہیں کہ اس میں امر محض ہے نہی نہیں۔ کیونکہ اس عالم والے ملائکہ ہیں۔ ان کی استعداد میں مخالفت کا دخل نہیں۔ اور عالم جبروت عالم اسما و صفات کو کہتے ہیں :-

مصباح الہدایہ میں جس کو خلاصہ عوارف کہنا چاہئے لکھا ہے کہ بعض صوفی کہتے ہیں کہ ستر ایک لطیفہ لطائف روحانی میں سے محل مشاہدہ ہے جیسا کہ روح لطیفہ محل کجبت اور قالب لطیفہ محل معرفت ہے \*  
 اور بعض متصوف کہتے ہیں کہ سر جملہ اعیان میں نہیں بلکہ جملہ معانی میں سے ہے اور مراد اس سے ایک حال مستور ہے درمیان بندہ اور خدا کے کہ شیخ اس سے اطلاع نہیں رکھتا \*

اور بعض کہتے ہیں کہ بندہ کو خدا کے ساتھ سرت اور سر السرت جس کو خفی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ تُبْهِتْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ  
 لہر لطیفہ کا تزکیہ جیسا کہ معلوم ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے ہر ذریعہ تمام لطائف کا حال نگے سے معلوم تھا۔ چنانچہ نفحات وغیرہ سے ظاہر ہے \* ۱۲ \*

السُّرُورِ الْخَفِيَّةِ سِرُّهُ هِيَ كَمَا سَوَّاهُ نَدَا أَوْ رِبْدَهُ كَمَا أَوْ كَوْنِي أَسْ مِنْ خَيْرِ تَهْمِينِ \*  
 اور سر السرودہ ہے کہ بندہ کو بھی اس سے خبر نہیں۔ مگر عالم السر والنجیات  
 قوم اول ہیں۔ جنہوں نے سر کو عین خاص سمجھا ہے \* بعضے کہتے ہیں کہ فوق  
 روح و قلب ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ فوق قلب و تحت روح ہے \*  
 شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قلب  
 و روح کے سوا سر بذات خاص اور لطیفہ نہیں اور فرمایا کہ سبب تصور اس جماعت  
 کا جس نے سر کو فوق روح بقدر کیا ہے کہ جب روح کو بند تعلقات قلبی و  
 نفسی سے کلیہ خلاص حاصل ہوئی تو اس میں ایک صفت زائد معلوم  
 ہونے لگی۔ انہوں نے گمان کیا کہ مگر سوائے روح کوئی چیز علیہ ہے۔ یہ  
 نہ سمجھے کہ وہ عین روح متصف بصفات غریب ہے اور سبب اشتباہ کا کہ سر  
 کو تحت روح و فوق قلب سمجھا ہے کہ جب دل قید مذلت نفس سے آزاد  
 تعلقات ہوا جس نفسانی وساوس شیطانی سے خلاص ہوا تو نہایت  
 احوال میں وصف غریب نظر آئے۔ ان کو تعجب ہوا۔ خیال کیا کہ سوائے  
 دل شائد یہ اور چیز ہے اور نہ سمجھے کہ وہ خود عین دل ہے \*  
 اور بعض نے بشر کی تفسیر یہ کی ہے کہ سر معنی لطیف صمیم روح یا سویدائے  
 دل ہیں پوشیدہ ہے۔ اور عقل و زبان اس کے بیان سے متعذر ہے \*  
 پس جس طرح زبان دل کی ترجمان ہے۔ عقل ترجمان و مفسر روح ہے  
 جو معنی کہ روح کو عین سے معلوم ہوتے ہیں۔ بنظر ایمان ان کو شاہدہ کے  
 چاہتی ہے کہ بطریق مکالمہ و محادثہ دل سے کہے۔ عقل کہ اس کی ترجمان ہے  
 واسطہ ہو جاتی ہے اور تقریر و تفسیر اس کی دل سے کرتی ہے لیکن بیشتر معانی  
 مدد کہ روح ایسے ہوتے ہیں عقل ان کے بیان سے دل کے سامنے عاجز آجاتی ہے چنانچہ اکثر معانی دل سے  
 ہوتے ہیں کہ زبان ان کے بیان سے عاجز ہوتی ہے پس معانی کہ روح میں باقی رہتی ہیں عقل ان کے

پر مسلط نہیں ہوتی۔ وہ اسرار روح ہیں کہ دل کو ان سے اطلاع نہیں ہوتی اور وہ معانی کہ دل میں باقی رہے اور زبان ان کی تقریر سے قاصر آئے۔ اسرار دل ہیں کہ مخاطب ان پر اطلاع نہیں پاتا۔ یہی سبب ہے کہ بعض متابعان مجرد عقل مثل فلاسفہ وغیر ہم بیشتر درکات ارواح انبیاء سے محروم رہے اور ان سے انکار کر بیٹھے۔ وجہ یہ ہے کہ تمام درکات روح احاطہ عقل میں اگرچہ وہ اشرف و اکرم مخلوقات کے اور اس لئے صدر آفرینش میں منصب تصدیر و تفوق حاصل کیا نہیں آئے جیسا کہ حدیث میں آیا **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْبَلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ اذْبُرْ فَأَذْبُرَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْعُدْ فَعَدَّ ثُمَّ قَالَ لَهُ انْطِقْ فَنَطَقَ ثُمَّ قَالَ لَهُ اْمُتْ فَصَمَتَ فَقَالَ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَانِي وَسُدَّهَا نِي وَجَبَرُونِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ وَلَا أَدْرَكَ عَلَى مِنْكَ بِكَ أَعْرَفْتُ وَبِكَ أَحْمَلُ وَبِكَ أَطَاعُ وَبِكَ أَخْذُ وَبِكَ أُعْطِي وَبِكَ أَعَاتِبُ وَبِكَ الشَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَمَا أَدْرَمْتُكَ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ الصَّبْرِ لِيَكُنْ رَجَبٌ لِي** روح اس کے مرتبہ پر فوجیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی اولیت عالم خلق پر ہے اور روح عالم اسے ہے نہ عالم خلق سے۔ سو اس کے اس کا قیام روح کے ساتھ ہے۔ نہ روح کا قیام اس کے ساتھ۔ اس کی مثال روح کے ساتھ ایسی ہے جیسے کہ نور آفتاب کی مثال قرص آفتاب کے ساتھ کہ نور آفتاب اگرچہ شریعت ہے لیکن اس کا قیام قرص آفتاب کے ساتھ ہے۔ اور جس طرح نور آفتاب میں صورت محسوسات زمین پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بواسطہ نور عقل صورت ہوتی و معقولات دل میں روشن ہوتے ہیں۔

اور اگر کوئی حدیث اول ما خلق الله العقل اور بعد اقل ما خلق



اللہ نوری اور حدیث اول ما خلق اللہ القلم میں توفیق تملیق چاہے تو میں کہتا ہوں کہ عقل و نور و قلم مراد ایک چیز سے ہے۔ کیونکہ سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود عالم شہادت میں منظر صورت روح اضیائی عالم غیب میں تھا اور عقل اول نور ہے کہ روح اضیائی سے فالض ہوا اور قلم بھی عبارت عقل اول سے ہے کہ اظہار صورت کلمات کا واسطہ اور ان کے اخراج کا رابطہ محل جمع سے مقام تفصیل پر ہوا۔

واہب بن مہبنہ کا قول ہے کہ میں نے ستر کتب منزلہ میں دیکھا کہ عقل جمیع خلائق کو ابتدائے وجود دنیا سے تا القطع وجود دنیا مقابلہ عقل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی نسبت ہے جیسے نسبت رملہ کو جمیع رمال دنیا سے۔ واللہ اعلم۔

خیر مطلب اصلی فوت ہوتا ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ عالم دو ہیں :-  
 ایک عالم کبیر یعنی مجموعہ کائنات \* اور ایک فہرست مجموعہ کائنات یعنی عالم ضعیف جس کو انسان کہتے ہیں \*  
 لطائف عالم امر کے اس میں یہ ہیں :- قلب - روح - سر -  
 حنفی - انحفی \*

اصول ان جواہر مجرودہ کے فوق عرش مجید لامکانیت سے متعلق ہیں حق سبحانہ لقا لے لے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو کوشی جگہ جسم انسان میں امانت رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن یہ سب علائق دنیا اپنی اصل سے غافل ہو گئے اگر خدا جانتا ہے تو شیخ کی توجہ سے آگاہ ہو کر اصل کی طرف رجوع کر جاتے ہیں :-  
 ثُمَّ يَصِلُوا إِلَى الْأَصْلِ ثُمَّ إِلَى الْأَصْلِ ثُمَّ وَثَمَّ وَثَمَّ

یہاں تک کہ پہنچ جائیں اصل تک پھر اصل تک پھر اصل تک یہاں تک کہ پہنچ جائیں نہی ات خالی صفا اور شانوں تک تو حاصل ہو گا پوری فنا اور پوری بقا ۱۲۰

حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى الذَّاتِ الْبَحْتِ الْمُعَرَّاتِ عَنِ الصِّفَاتِ وَالشُّيُوءِ نَاتٍ  
 فَيَحْضِرُ لَهُ الْفَنَاءُ الْأَثْمُ وَالْبَقَاءُ الْأَكْمَلُ اور عالم خلق کے لطائف  
 نفس و اربع عناصر ہیں۔ اصل ان کی وہی لطائف امر ہیں۔ اس طرح  
 کہ اصل نفس اصل قلب ہے اور ہوا کی اصل روح۔ اور سر کی پانی حنفی  
 کی آگ۔ احنفی کی خاک \*

لطیفہ قلب باہیں چھاتی کے نیچے صنوبر کے اٹکائے ہوئے پھل کی  
 صورت ہے۔ اصل الاصل اس کی صفت اضافیہ حق یعنی فعل و  
 تکوین ہے۔ اس کا کمال فعل حق جلو علی میں فانی و باقی رہتا ہے \*  
 اس مقام میں سالک تمام افعال منسوب بحق کرتا ہے۔ فنا کے قلب  
 و تجلی فعلی کا اشارہ اسی کی طرف کرتے ہیں۔ اس میں اللہ جل شانہ کے  
 سوا سب سے تعلق منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جیسے چائے کو شش  
 کرے۔ لفظ بھر یا دما سوا نہیں کر سکتا۔ علم اشیا و محبت اشیا کا نشان  
 باقی نہیں رہتا \* دائرہ امکان کہ مراد مرکز فرش سے تا اوج عرش بلکہ تا مافی  
 عالم امر ہے مقام عشرہ سمیت بتما قطع ہو جاتا ہے \*  
 اور مقام عشرہ میں جسیر سلوک کی بنا ہے۔ اول توبہ ہے۔ اس کا کمال

یہ ہے کہ دل پر معصیت کا خطرہ نہ گزرے اور آخر رضا یعنی جو کچھ خدا کے  
 رہ چاند خدائت مراد ہوا اس پر رضی رہے۔ یہ ثمرہ محبت کامل کا ہے۔ یعنی  
 ایسا عشق میں مستغرق ہو کہ اپنے بیچ و عمر کی خبر نہ رہے \*  
 مولانا عبدالباقی نے فرمایا ہے کہ کمال اسلام فنا و تسلیم میں ہے

اگر صابن تسلیم کے گئے ہیں ابیس کی طرح لعنت کا طوق ڈالو اباسے تو  
 ایسا جوش ہو کہ جیسا مومن اپنے ایمان سے۔ سعدی علیہ الرحمۃ

۱۰۔ اس کلام میں معاذ اللہ کلمہ مراد ہی ہونا نہیں نکلتا۔ بلکہ اپنا یہ طلب ہے کہ نامہ راہ محبوب تبتقی  
 کا غضب نازاں ہو تو ہم غضب کو بھی رحمت سمجھیں گے \*  
 ۱۱۔

گراہل معرفتی ہرچہ بنگری خوبست | کہ ہرچہ دست کند بچو دوست مجربوست

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کو چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ تنگدستی کا منتظر رہ۔ کہا خدا کو چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ بلا کا منتظر رہ۔

میر عبد الاول کہ اصحاب نواجہ عبید اللہ رحمت اللہ علیہ میں سے ہیں کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ اولیا کی نسبت بظاہر قہر برتتا ہے لیکن اس کے باطن میں لطف ہوتا ہے۔ حکمت اس میں یہ ہوتی ہے کہ چاہتا ہے کہ قہر ظاہری سے ان کی حقیقت کو قیود و لوازم بشری سے پاک کرے اور اپنے دشمنوں کے ساتھ بظاہر لطف سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ اس میں قہر مخفی ہوتا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ لطف ظاہر سے ان کے علاقہ باطن کو عالم اجسام کی طرف استحکام ہوتا کہ قیود عالم میں گرفتار ہو کر مشہور عالم اطلاق و لذات روحانی سے محروم رہیں۔

اس کے کہنے سے یہ مقصود ہے کہ طالب کو تنگدستی و بلا سے چارہ نہیں اور ان دونوں یعنی توبہ و رضا کے درمیان میں اول زہد ہے کہ اعراض دنیا و مافیہا سے مراد ہے۔ ظاہر ہے۔ جو شخص کسی چیز کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اول جس قدر چیزیں اس کی سدا رہ ہیں۔ ان کو بیچ میں سے اٹھاتا ہے بعد ازاں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

پس جب یہ ٹھہری تو لازم ہوا کہ طالب حق لذات دنیوی و تعلقات جسمانی سے اعراض کرے۔

دوسرے توکل یعنی وکیل پر کہ خداوند تعالیٰ ہے بھروسا کرنا اور روزی کو سطل

سے بلا سے امتحان دستوں کا طرح طرح کی بیماریوں و مشقتوں سے کیا جاتا ہے جو قدر بلا قوی تر ہوگی۔ قربت زیادہ تر ہوگی۔ اشلا لبلاہ علی الانبیاء لثما لاولیائہ لثما لامثل فالامثل الحدیث

سبب دفع اسباب اور اس زہنا اور اعتماد کرنا کہ وہ روزی رسان ہے \*  
 تیسرے قناعت یہ نفس کے ذیل کرنے سے مراد ہے۔ کھانے پینے کے  
 اندر نہ مال کے جمع کرنے کے واسطے \*

چوتھے عزالت یہ گوشہ نشینی یا خلوت و انجمن سے مراد ہے \*  
 پانچویں ملازمست ذکر بہر لحظہ۔ ہر ساعت حق سبحانہ تعالیٰ کی یاد  
 میں رہے۔ اس کا کمال یہ ہے کہ اپنے سے غائب ہو جائے \*  
 چھٹے توجہ کہ زبان تالو سے لگا کر زبان خیال سے اس طرح اللہ اللہ  
 کہے کہ گویا اس لفظ مبارک کا مفہوم کہ ذات بیچون و بیچگون ہے حاضر و ناظر  
 ہے \*

ساتویں صبر یعنی نفس کا روکنا شہوات سے تاکہ لذات بد کی مزاولت  
 اس سے ظاہر ہو و اَقَامِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ  
 الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

آٹھویں مراقبہ ہے۔ مراقبہ یا سبانی کو کہتے ہیں۔ طریقہ اس کا لکھا گیا  
 ہے اس کے آدمی ہر وقت سمجھے کہ جو کچھ کرتا یا سوچتا ہوں۔ خدا تعالیٰ  
 اس کو دیکھ رہا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے **لَا اَعْلَمُ لِقَلْمٍ يَّكْتُبُ اللّٰهَ يَرٰى** \*  
 مقامات عشرہ کو اصول عشرہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا طے کرنا عالم  
 خلق کے تزکیہ کرنے والوں کے نزدیک واجب ہے اور جو لوگ سیر خراب  
 کو مقدم سمجھ کر عالم امر کا تزکیہ کرتے ہیں ان کو اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ  
 ان کو یہ مقام خود بخود طے ہو جاتے ہیں \*

۱۔ ویکن وہ شخص کہ داکھڑی ہونے سے اپنے پروردگار کی حضوری میں امد بازرگھا نفس  
 کو شہوت سے۔ البتہ بہشت وہی ہے جگہ ہسکی \* \*  
 ۲۔ کیا نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے \* \*

بالجملہ قلب کا نور زرد اور اس کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے \*

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی المشرب اسی کے ذریعہ سے حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور یہ ایک درجہ ولایت کے پانچ درجوں میں کا ہے۔ اس میں سراسر سر کی مدد و رکار ہے \*

اور چونکہ روح قلب سے لطیف تر ہے اس کو دہنی چھاتی کے نیچے قائم کیا۔ اصل الاصل اس لطیفہ کی صفات شیوئیہ حق ہیں۔ یہ ایک قدم حضرت ذات سے نزدیک تر ہے۔ سالک اس کے فنا کے بعد کہ مربوط بہ تجلی صفاتی ہے۔ اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے \*

اس لطیفہ کا نور سرخ ہے اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے \* ابراہیمی المشرب اس کے ذریعہ سے حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ اس کے قلب کو دوسرا درجہ ولایت پنجگانہ میں کا حاصل جاتا ہے۔ لطیفہ سر وسط سینہ کے نزدیک قلب کی جانب ہے۔ یہ روح سے بھی زیادہ تر لطیف ہے۔ اس کی اصل شیونات ذاتیہ ہیں۔ یہ ایک قدم صفا سے حضرت ذات کے نزدیک ہے۔ اس کی فنا ظہور تجلیات شیونات ذاتیہ ہیں اس کا نور سفید اور اس کی ولایت موتے علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اس مشرب والے کا وصول جناب الہی میں بطاقت سابقہ کے قطع ہونے کے بعد اس کے ذریعہ سے ہے۔ اس کی استعداد تیسرے درجہ ہر درایت پنجگانہ میں سے ہے \*

اور لطیفہ خفگی کہ مابین روح و دوسوا سینہ ہے۔ یہ تیسرے درجہ تر

سے قدم مرتبہ ذہنی سے مراد ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عجز تو تا خدا کی قدم راستہ

لطیف ہے اس کی اصل صفات سلبیہ تنزیہ کہ فوق شیونات ذاتیہ ہیں ہے۔ پس اسی صفت تنزیہ کا وصول اس کی فنا ہے۔ اس کا نور سیاہ اور اس کی ولایت زیر قدم عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو شخص اس مشرب کا ہوتا ہے۔ اس کو عیسے المشرب کہتے ہیں۔ اس کی رسائی ان لطائف کے قطع ہونے کے بعد اس کے ذریعہ سے ہے۔ یہ چوتھے درجہ پر ولایت کے پانچوں درجوں میں سے ہوگا \*

رسالہ قدسیہ میں امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں ایک روز محمد زاہد نام ایک درویش کے ساتھ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ دل پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ گھماڑیاں چھوڑ کر دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اس میں عبودیت و فدا کا ذکر آ گیا \*

محمد زاہد نے کہا کہ فدا کیا میں نے کہا کہ اس مقام میں اگر سالک کسی سے کہتا ہے کہ مر جا۔ تو وہ مر جاتا ہے۔ یہ منہ سے نکلا تھا کہ مجھ میں تغیر آ گیا میں نے اس کی طرف منہ کر کے کہا کہ مر جا وہ مر جاتا ہے۔ وہ اسی دم گر کر مر گیا۔ قیاساً جاہشت کا وقت ہو گا۔ جب ٹھیک دہر ہو گئی۔ گرمی کے دن تھے۔ میرا دل گھبرایا۔ قریب ایک جگہ سائے تھا وہاں جا بیٹھا تھوڑی سی دیر کے بعد عالم حیرت میں اٹھ کر پھر اس کی لغزش پر گیا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ دل میں آیا کہ اب کے کہہ کہ محمد زاہد زندہ ہو جا

۱۱۱ واضح ہو کہ طریقہ نقشبندیہ کی بنا ان تین امر ہے (۱) اعتقاد اہل سنت و جماعت۔

(۲) اطاعت احکام شریعت و اتباع سنن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳) فنا و دوام عبودیت کا ہی جناب الہی میں اس حیثیت سے کہ وجود غیر کا شعور مزاحم

نہونے پائے \*

یہ خیال کر کے تین بار یہی کہا۔ یکا یک حرکت کرنے لگا۔ حقوڑی دیر میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے مکان پر جا کر حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ کی خدمت میں احوال بیان کیا فرمایا کہ بیٹا اسی وقت کہنا تھا کہ زندہ ہو جا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے عرصہ میں الہام ہوا۔ چنانچہ اسی کلمہ کے کہنے سے زندہ ہوا۔ \*  
 بالجملہ مشایخ متفق ہیں کہ اولیاء اللہ ایسی صفت کے ظہور کے وقت عیسے المشرب ہوتے ہیں اور یہ زندہ کرنا روحانیت عیسے علیہ السلام کے واسطے سے ہو جاتا ہے \*

اخفی لطائف عالم امرئیں سے الطیف احسن واجمل و حضرت اطلاق سے اقرب ہے۔ اس کی اصل الاصل الایمرتبہ مرتبہ تنزیہی و احدیت مجرور کے درمیان میں کالبرخ ہے اور وہی مرتبہ فنا سے اخفی کی تجلے سے مربوط اس کالنور سبز اور اس کی جگہ وسط سینہ میں ہے اور اس کی ولایت زیر قدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ساکب کو مراتب پنجگانہ ولایت حاصل ہوتے ہیں \*  
 قطب الاقطاب حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھلے کو اندھیرے میں نماز پڑھنی فنا سے اخفی کے لئے بہت مفید ہے \*  
 لطائف کا بیان تمام ہوا۔ اب ہم ان کی تہذیب کی طرف رجوع ہوتے ہیں \*

شاہ احمد سعید صاحب نے فرمایا ہے کہ مشایخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اول لطائف امر کے ترکیب کے لئے ارشاد کیا ہے اور اس کے تین طریق ہیں طریق اول اسم ذات کا ذکر۔ یا نفی اثبات اسی طرح تالو سے زبان لگا کر تصور میں پیر کو رو برو ٹھا کر ہر وقت زبان دل سے اللہ اللہ کہنا اور اس کے مفہوم کا کہ وہ ذات موصوف بصفات کاملہ ہے۔ جن ایمان

لائے ہوئے ہیں۔ لحاظ رکھنا۔

پھر جب قلب جاری ہو جائے اسی طرح لطیفہ روح سے پھر لطیفہ سر سے پھر  
لطیفہ خفی سے پھر اخفی سے۔ پھر نفس سے۔ پھر تمام بدن سے بلکہ روئے روئے  
سے۔

پھر ان اصول کے لحاظ سے مرتبہ کرنے یعنی اولاً قلب کو۔ حضرت سے  
اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے مقابل رکھ کر عرض کرنا کہ الہی تجلی انسانی  
فیض کہ آپ کے قلب مبارک سے قلب آدم کو پہنچا ہے۔ پھر سے قلب پر پہنچ  
تا آنکہ تجلی فعلی میں نفس لطیفہ قلب حاصل ہو۔ علامت اس کی یہ ہے کہ سوا  
ایک فعل فاعل حقیقی کے اپنے اور تمام مخلوق کے فعل معدوم معلوم ہونے لگیں۔  
بعد ازاں اسی طرح لطیفہ روح کو روح منور بنی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل  
رکھ کر فیض تجلیات صفات ثبوتیہ کہ روح مبارک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم  
سے روح ابراہیم و نوح علیہما السلام کو پہنچا۔ اسی طرح کریم کارساز سے طلب کرے  
اس میں صفات جمیع ممکنات صفات الہی معلوم ہونے لگتے ہیں۔

پھر اسی طرح لطیفہ سر کو سر شریف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل رکھ کر  
عرض کرے کہ فیض شیونات ذاتیہ کہ سر مبارک نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سر  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا۔ مجھے بھی عنایت ہوتا آنکہ تو اپنی ذات کو  
ذات حق میں مستہلک پائے۔

بعد اسی طرح اپنے لطیفہ خفی کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی  
کے برابر رکھ کر صفات سلبیہ کا فیض کہ آپ کے خفی سے خفی علیہ السلام کو  
پہنچا ہے اس کو طلب کرے۔ اس کی فنا میں جمیع عالم سے تفرید و تجرید حق  
سیحانہ تعالیٰ کی مشہود ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد خفی کو اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے محاذی رکھ کر



شان جامع کے فیض کی درخواست کرے۔ جب اخفی فنا ہوگا تو تیری  
خوے اللہ کی خو کا نمونہ ہو جائے گی۔ کیونکہ فنا سے اخفی نہایت مراتب ثانی  
سے کہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصیت رکھتی ہے۔ اس میں  
وصل عریان کہ تجلے ذاتی سے مراد ہے۔ حاصل ہو جاتا ہے \*  
بعض اہل عرفان کا قول ہے کہ جب خداوند لقلے کسی شخص پر بند  
خاص تجلے فرماتا ہے تو وہ شخص تمام موجودات اور ان کے افعال و صفات  
کو نور ذات و صفات میں ممتلا شی پاتا ہے اور اپنا نفس اس کو نسبت جو  
کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ خود مدبر موجودات ہے۔ اور موجودات اس  
کی نسبت ایسی ہے جیسے اس کے ہاتھ پانوں وغیرہ اعضا۔ جس قسم کا اثر  
کسی میں آتا ہے وہ اسکو اپنے میں معلوم ہوتا ہے اور اپنی ذات کو ذات حق  
اور اپنی صفات کو صفات حق اور اپنے افعال کو افعال حق سمجھتا ہے۔ کیونکہ  
عین توحید میں مستہلک اور شاہدہ جمال میں منجذب ہے اور وہ نور عقل  
جس سے اشیاء ممکن دو واجب میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ نور ذات قدیم میں  
چھپ گیا۔ جاو الحق و زہق الباطل اس مقام کو جمع کہتے ہیں۔ کوئی توحید  
کا مقام اس سے بڑھ کر نہیں۔ مصرع

تایار کر اخواہد و میلش کہ باشد

یا کرد و بازگشت کی مشق اس میں ضروریات سے ہے کیونکہ نسبت حضور  
یا کرد و بازگشت بغیر حاصل نہیں ہوتی \*  
دوسرا طریق رابطہ ہے۔ یعنی شیخ سے محبت پیدا کر کے اس سے استفادہ

کرنا جیسا کہ گذرا۔

اللہ اللہ صاحب رشحات مولانا نور الدین تاشقندی کے ذکر میں لکھتے  
ہیں کہ جب انہوں نے حضرت عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ رابطہ پیدا

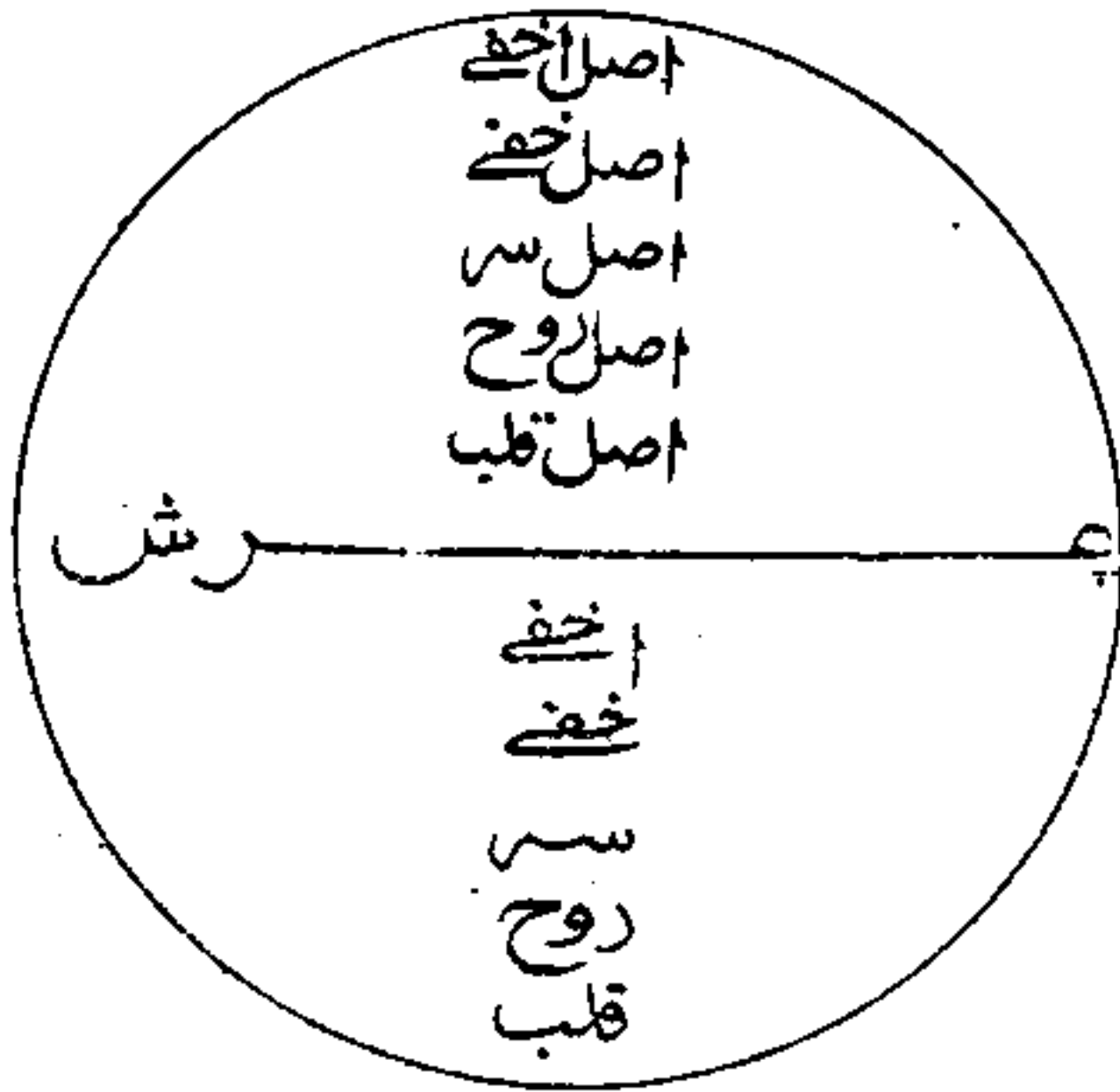


الی اللہ کا ملکہ جس کو حضورؐ کہتے ہیں۔ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ مقصود ذکر وغیرہ سے یہی ہے

باتو در زیر کلیمت ارچہ ہست  
در تور ایمنی مجو جز ویسہ ات  
وین برونیہا ہمہ ز آفات لتت

ہمچو نابینا بہر سو سے دست  
یار تو خربین لتت و کیسہ ات  
ولیسہ ورا بین تو ہم ذات لتت

بارے جب چار گھڑی تک خطرہ نہ آئے تو سمجھنا چاہئے کہ دائرہ امکان کہ  
دائرہ اول ہے تمام ہوا۔ اور بعضوں کے نزدیک التوا نظر آنے۔ قطع دائرہ  
امکان کی دلیل ہیں۔ نصف دائرہ امکان زمین سے تا عرش و نصف  
تہا بالکے عرش ہے \*



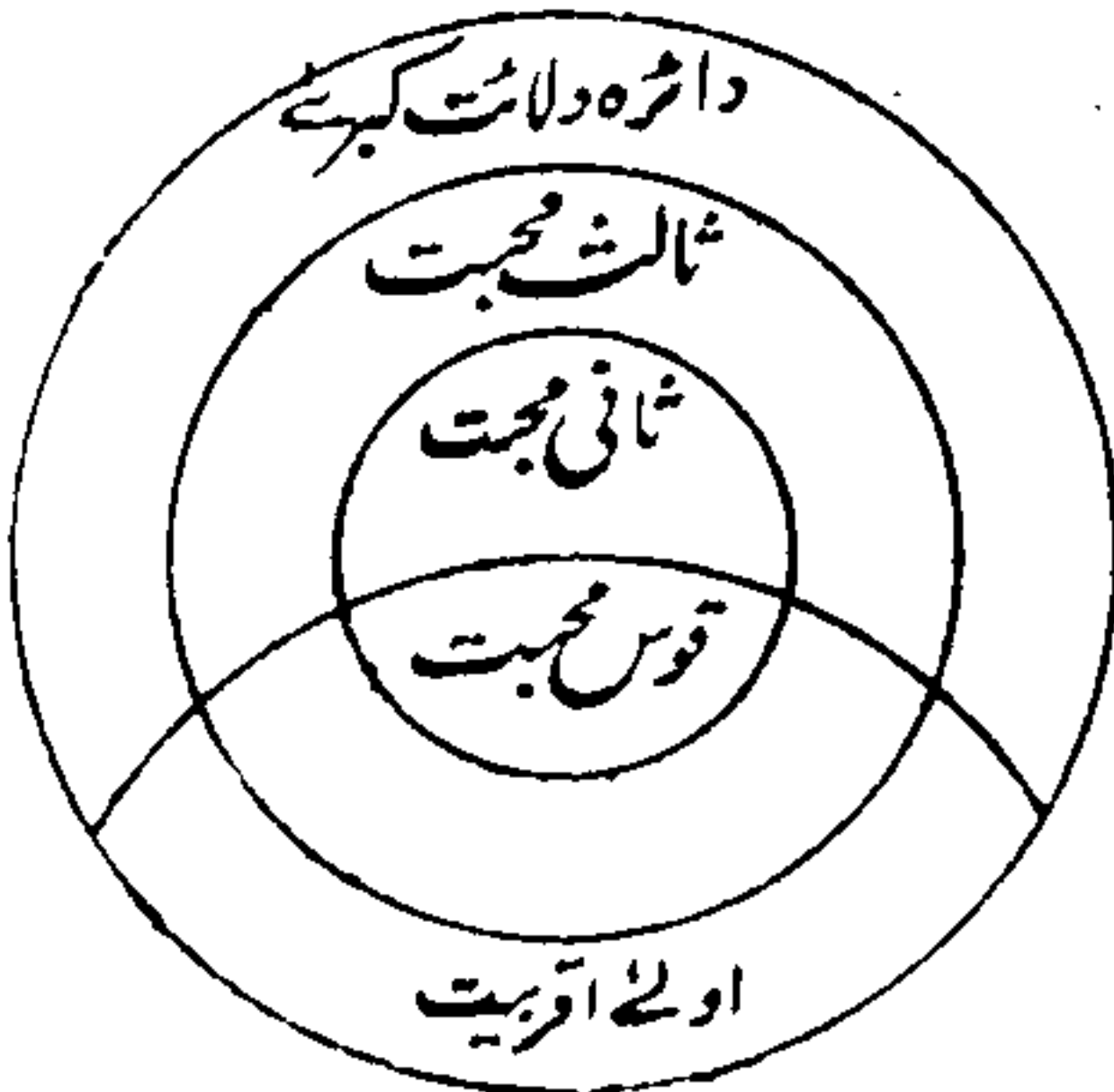
فائدہ :- اکابر طریقت نے ان مقامات نے جہت کو اس واسطے دائرہ سے  
مشال دی ہے کہ دائرہ بھی نے جہت ہوتا ہے \*

اذا بخله مراقبه معیت مفہوم آیہ شریفہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا ہے اور وہ جیسا کہ لکھا گیا بلحاظ شغل و لون قلب کی طرف متوجہ ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے اور ذرہ ذرہ ممکنات کے ہمراہ سمجھ کر مشغول ہونا ہے اس میں ذکر لسانی بلحاظ معنی فائدہ بخشتا ہے مگر اس شرط پر کہ کثرت کے ساتھ کیا جائے۔ کیونکہ بہت ذکر کرنے سے دل کھلتا ہے۔ یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں ہے۔ اس میں مورد فیض لطیفہ قلب ہے اس کو سیر تجلیات انعالیہ الہیہ کے سبب دائرہ ظلال اسماء و صفات کہتے ہیں۔ اس مقام میں



توحید و جودی و ذوق شوق و آہ و نال  
و استغراق و بیخودی و دوام حضور و  
و نیمان ماسوئے کہ فنا کے قلب سے  
مراد ہے حاصل ہوتی ہے \*

جب توجہ احاطہ شش جہت کرنے لگے اور جہت فوق بر طرف ہو جائے تو نفس کا تزکیہ کہ ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء کی سیر ہے کرتے ہیں۔



اس میں تین دائرے ایک  
قوس ہے۔ اول دائرہ تو مراقبہ  
اقربیت کا مفہوم آیت  
مَنْ أَقْرَبُ إِلَيَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ  
ہے یعنی اس ذات کے فیض  
آتا ہے کہ وہ نزدیکتر ہے میری  
طرف میری رگ گردن سے  
نصف ساقل دائرہ اول  
میں تجلیات اسماء و صفات

زائدہ ہیں اور ضعف عامی میں اعتبارات و شیون و اثیمہ اور دائرہ ثانیہ  
اصل دائرہ اول ہے اور دائرہ ثالثہ اصل دائرہ ثانیہ اور قوس کہ لفظ  
دائرہ ہے اصل دائرہ ثالثہ ہے \*

الغرض منشاء دائرہ اول کا وراثت کبریٰ ہے۔ اس میں توجہ لطیف  
نفس کی طرف۔ اسی طرح ذکر تہلیل شرائط کے ساتھ اس میں بھی اجتناب  
ترقی ہے۔ اور جس طرح قلب میں جذب و حضور ہوتا ہے۔ اسی طرح اس  
میں بھی ہوتا ہے لیکن اس میں انجذاب تمام بدن میں ہونے لگتا ہے  
اس کی کیفیات و حالات تا وقتیکہ اس میں زور پیدا نہ ہو بہ نسبت قلب  
بیرنگ و سبزہ ہیں \*

دوسرا دائرہ مراقبہ محبت کا مفہوم آیہ شریف **يُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَيُحِبُّونَهُ**  
ہے یعنی فیض آتا ہے اس کی ذات سے کہ جو مجھ کو دوست رکھتا ہے اور  
میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ مورد فیض ان دونوں دائروں میں  
وہی لطیفہ نفس ہے \*

اور تیسرے دائرہ میں بھی یہی مراقبہ اسی لحاظ سے کہ فیض آتا ہے اس  
ذات سے کہ جو مجھ کو دوست رکھتا ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں  
منشاء دائرہ ثالث اصل دائرہ ثانی وراثت کبریٰ ہے جیسا کہ لکھا  
گیا۔ اسی طرح قوس میں یعنی فیض آتا ہے اس ذات سے کہ وہ مجھے دوست  
رکھتا ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں \*

اور واضح ہو کہ یہ تینوں اصول حضرت ذات میں کہ مبادی صفات  
و شیونات کے محض اعتبارات ہیں \*

فائدہ:- سید زہاد قائد اوقات و عبد اللہ مبارک المروری رضی اللہ عنہ

کے قول ہے **اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّ لِيْ اَيُّهٖ \***

صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ خدا کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن نہیں ہوتا۔ عمر بھر حال طلب میں غیبت کی جہت سے اور بعد از مرگ عقبتے میں حال طرب میں حضور و تجلے رویت کی جہت سے پس دُنیا ان کے واسطے مثل عقبتے اور عقبتے مثل دُنیا ہے۔ کیونکہ سکون دل کا اقتضا دو چیز ہیں۔ یا یافت مفقود یا غفلت از مقصود۔ سو یافت جس کا نام ہے دُنیا و عقبتے میں وہ نہیں اور غفلت حضرات عشاق کو زیبا نہیں مطلع

مرا کر بھی ہمارا دل بیتاب نہ ٹھہرا | کشتہ بھی ہوا تو بھی یہ سہاٹ ٹھہرا

ہر زمانے روئے جانان را نقاب سے دیگر بہت

ہر بجائے را کٹے کردی جھانے دیگر است

الوجز اس مقام کے لئے ہمبر۔ عشر۔ رضا۔ تسلیم۔ طہانیت یقین قبول۔ تکلیفات شرعیہ میں دلیل کا محتاج نہ ہونا۔ مواعید الہی میں یقین کو قوت ہونی۔ استہلاک دامنہ حال جیسے برف آفتاب کے سامنے ٹھل جاتا ہے۔ اور توحید شہودی۔ اتغلبے انانیت یعنی وجود و اذالہ وجود کو تسلیم نہ کرنا۔ تہذیب اخلاق لازم ہے۔ حرص۔ بخل۔ حسد۔ نقد۔ حب باہ کبر۔ عجب کا نشان نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اسم ظاہر اور اسم باطن کی سیر ہے۔

اس وقت مجھے مولانا ابوسعید اویسی کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صحاب میں سے ہیں۔ ان کی بات یاد آئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک فریض میں اپنے والد کے ساتھ خواجہ شمس الدین محمد کو سوی کے مجلس میں گیا تھا۔ نہیں نے اس مجلس میں ایک کرامت دیکھی اور آپ سے ایک آیت کی عجیب تفسیر سنی۔ کرامت یہ کہ بسکہ خواجہ معارف الہی میں نکلتے بار ایک کہ رہتے تھے۔ لوگ ان کی طرف چنداں متوجہ نہ تھے

یہ ایک آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ افسوس تم میں میرے کہنے کا اثر نہ ہوا۔ حالانکہ اگر میں ان باتوں کو درود و دیوار مسجد کے کہوں تو ان میں اثر ہو جائے۔ یہ فرما کر انہوں نے مسجد کی چھت کی طرف دیکھا۔ چھت ہلنے لگی اور کڑیوں میں سے چٹخنے کی آواز آنے لگی۔ جو لوگ مسجد کے اندر تھے اٹھ کر بھاگے۔ جو منبر پر تھے منبر کو لپیٹ گئے۔ مولانا ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں بچہ تھا ڈر کر پاؤں منبر کو چمپٹ گیا۔ خواجہ چپ چاب منبر پر کھڑے تھے۔ دیر کے بعد چھت کا ہلنا موقوف ہوا آیت یہ تھی احسن کما احسن اللہ الیک نیکی کر جیسے نیکی کی خدا تعالیٰ نے مجھ سے۔ نیکی خدا تعالیٰ کی بندہ کے ساتھ یہ ہے کہ ازل ازل میں خدا تعالیٰ ظاہر تھا اور بندہ پوشیدہ۔ پس بندہ کے ساتھ یہ نیکی کی کہ اس کو ظاہر کیا۔ اور خود پوشیدہ ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ بندہ سے کہتا ہے کہ نیکی کر جیسے نیکی ہم نے تجھ سے کی۔ یعنی اب تو نفی وجود سے اپنے کو پوشیدہ کر تا کہ حق ظاہر ہو جائے۔

الغرض ولادت کبرئے

کے تمام ہونے کی اور سیرام  
 قلوب و باطن کے بعد سیر و  
 سیرک اسم الباطن کو ولادت  
 عینا یعنی ولادت ملائکہ ہے  
 پیش آتی ہے۔ اس میں  
 تاکہ ہر چہ کہ تینوں چیزوں  
 سے کام پڑتا ہے اور مراقبہ  
 اور ولادت کا کہ جو تیسرے  
 ہے ولادت اس کو نشا و دل



دائرہ کمالات

علیہا کا ہے۔ کرتے ہیں۔ اس کی ترقی کے لئے ذکر تہلیل و نوافل ضروری ہے  
تا آنکہ توجہ و حضور و عروج و نزول عناصر کو حاصل ہو۔ کبھی تمام بدن آنکھ  
کی طرح نگران معلوم ہوگا۔

ہاں یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ بتدی کو وقت سلطان الاذکار  
جو کچھ صفائی بدن میں معلوم ہوتی ہے وہ اوزہ ہے اور یہ صفائی عناصرِ ثلثہ کی  
اوزہ ہے۔ اس میں کمال لطافت و نزاکت ہے۔ بارے وسحت عجیب باطن  
میں حاصل ہو کر طاءِ علی سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ملائکہ کھائی  
دینے اور اسرارِ مخفی ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

بعد از حصول سیر اسم ہوا ظاہر و ہوا الباطن گو یا دو بازو سیر مقصود کے  
لئے کہ ذاتِ بخت سے مراد ہے۔ حاصل ہو جاتے ہیں۔ یعنی ولایتِ علیا  
کے تمام ہونے کے بعد اگر فضل الہی شامل حال ہے تو سیر کمالات نبوت  
کو دوام بخلے ذاتی نے پر وہ اسماء و صفات سے مراد ہے پیش آئیگی۔  
اس میں مراقبہ ذاتِ بخت کا کہ منشا کے کمالات نبوت ہے کرتے ہیں۔  
اس میں تہجیت لطائف ثلثہ مورد فیض لطیفہ خاک ہے۔ اس مقام  
بلند میں نقطہ بہتر جمیع مقامات و ولایت ہے۔

اس توجہ انکا کہتے ہیں کہ دل عاتب فوق کھینچا ہوا معلوم ہو۔ اور نزول اس کو کہتے ہیں کہ اول  
تاریخ تحت کیطوف تحت سوال کی طرح چلے گئے تا آنکہ درجہ طیفہ قلب اپنے اصل جہاں تہجیت  
بمعنی انسانی کہتے ہیں وہ جو بالکے عرش مجید پہنچے۔ پھر یہ خیال کرنا چاہئے کہ نئے قالب کی  
کیونکہ یہ نئے نئے صفت و احوال و سیر آفاقی نام ہوتی ہے اور صفت دوسرا کہ عبارت عالم کے سیر  
ہے اور انکا نسبت سے مراد ہے ہنوز باقی ہے۔ بعد تمام دائرہ مکان و سیر ولایت صفرے البتہ قلب کو  
صورت۔ فنا نامی ہے اور یاد ہے کہ ولایت صفرے میں جذبات تو یہ اور اسلوب عجیبہ حاصل ہوتے ہیں۔  
اس ولایت کا نور و ہنسب کا سلسلہ اور ولایت کبریا کا نور آفتاب کا سا ہے۔



آتے ہیں تیری طرف ایک ضعیف ہو کر  
 دو قدم آئے تو سمجھے کئی منزل آئے  
 وجہ یہ کہ حضور ہی نے جہت حاصل ہوتی ہے اور نگرانی و بیش طلبی و  
 بیتابی زائل \*۔

دائرہ کمالات

بعدہ مراقبہ ذات بحت کہ منشاء کے کمالات  
 رسالت ہے کرتے ہیں۔ اس میں مورد فیض تا آخر  
 باہیت وجدانی سالک کے کہ بعد از تکمیل لطائف مشر  
 حاصل ہوئے۔ عروج و نزول و انجذاب تمام بدن کو ہوتا ہے اور عجیب لطافتیں  
 پیش آتی ہیں۔ اور کیوں نہ آئیں کہ امواج بحر نامتناہی ذات بحت الہی سے  
 متعلق ہیں۔ جل جلالہ تلاوت قرآن مجید نماز طول قنوت کے ساتھ کمالات  
 ثلثہ و حقائق سبعہ وغیرہ ہیں کہ اس کے بعد پیش آئینگی نہایت مفید ہے \*۔  
 اس کے بعد مراقبہ ذات بحت کہ منشاء کے کمالات اولو العزم ہے کرتے ہیں

بعد ازاں مراقبہ حقیقت کعبہ کہ عبارت

ظہور سزاوقات عظمت و کبریائی ذاتیہ الہی  
 سے ہے کیا جاتا ہے۔ اس کا طریق یہ ہے  
 کہ اس ذات

بحت سے

فیض آتا

ہے کہ سجود جمیع

دائرہ حقیقت کعبہ ربانی

مکنات و منشاء حقیقت کعبہ ہے عظمت  
 و کبریائی حق تعالیٰ کی ظاہر ہو کر باطن پر  
 ایک ہیبت غالب ہونے لگتی ہے اور چونکہ فنا

و بقا حاصل ہے۔ سالک اپنے کو خود اس صفت کے ساتھ متصف پاتا ہے اور جمیع ممکنات کو اپنی طرف متوجہ سمجھتا ہے۔

دائرہ حقیقت قرآن مجید

بعد ازاں مراقبہ حقیقت قرآن مجید کرتے ہیں۔ اس طرح کہ مبداء و وسعت بیچون حضرت ذات سے کہ منشاء قرآن ہے۔ فیض آ رہا ہے۔ اس وقت بواطن کلام اللہ کھلبجاتے ہیں اور وقت قرأت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم پیدا

کرتی ہے۔ قرآن پڑھنے کے واسطے ہمہ تن زبان بن جاتا ہے۔ انوار قرآن نازل ہونے لگتے ہیں اور علامت ان کی یہ ہے کہ باطن پر درد و تشنگی معلوم ہوتا ہے اِنَّا سَنَلِّقُ عَلَيْكَ قَوْلًا تَقْتُلًا کا اشارہ اسی درد کی طرف ہے۔

اس کے بعد حقیقت صلوة ہے۔ اس میں مراقبہ کا یہ معمول ہے کہ کمال وسعت بیچون حضرت ذات سے کہ منشاء حقیقت صلوة ہے فیض آ رہا ہے اس مقام بندگی و ست کا کیا ذکر

دائرہ حقیقت صلوة

کہ حقیقت قرآن اس کا ایک جز اور حقیقت کعبہ اس کا دوسرا جز معلوم ہوتا ہے۔ جب سالک اس حقیقت سے سے کامیاب ہو جاتا ہے تو نماز میں دار فانی سے نکل کر دار الآخرة میں داخل ہو جاتا ہے۔ حدیث اَنْ لَعَبْدَ اللّٰهِ كَانَتْ

تَرَاهُ

لہذا یہ کہہ دینے تو اللہ کو کہو یا تو دیکھتا ہے ہر گز

کی حقیقت کھجاتی ہے \*  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ

وہی نماز کی طرف اشارہ ہے \*  
ایک اور حدیث ہے اقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي

الصَّلَاةِ ۝

ہے اگر اللہ جل شانہ نماز کے لئے حکم نہ فرماتا تو چہرہ مقصود سے حجاب  
کیونکر اٹھایا جاتا۔ غمزدوں کی غمگسار نماز ہے۔ راحت بخش دل بیمار نماز

ہے \*  
ارحنی یا بلال کاکناہ اس نماز کی طرف ہے قرۃ عینی فی الصَّلَاةِ

کا اشارہ اس نماز کی طرف ہے حقیقت نماز سے بچبر ہونے ہی کا سبب  
کہ ایک جماعت معشوقہ تسکین کو پردہ لغات میں ڈھونڈتے پھرتی ہے

اور شاہد مقصود کو مقام سماع و وجد میں تلاش کرتی ہے۔ اگر ان پر حقیقت  
کمالات صلوتیہ منکشف ہو جاتی تو بیشک رقص سرود سے نفرت آتی ہے

خواجہ مسافر خوارزمی علیہ الرحمۃ کہ خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ  
کے مخلصوں میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں خواجہ کی خدمت میں بہت رہا

ہوں ایک روز میز اول سماع کی طرف راغب تھا۔ یاروں کے ساتھ  
مشورہ کر کے قوال و دفنہ و نئے بجانے والے کو لیکر خواجہ بہاؤ الدین کی مجلس

میں حاضر ہوا اور خوب گانا سنا۔ آپ نے مطلق منع نہ کیا۔ آخر فرمایا۔ ما  
نہ ایس کجاریے کینہ نہ انکارے کینم \*

حضرت خواجہ عبد الخالق عجد والی رحمۃ اللہ علیہ نے فرزند معنوی خواجہ  
۱۵ نماز معراج ہے مومنوں کی ۱۲ گنا بہت نزدیک ہوتا ہے بندہ رب سے نماز میں ۱۳

۱۵ حضرت نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے نماز ۱۲

اولیاء کبیر کو مجھ و صیتیں ملی ہیں۔ ازاں بخلہ یہ بھی فرمایا کہ بہت سماع نہ کرنا کہ نفاق لاتا ہے بلکہ دل مرجاتا ہے۔ اور اس سے انکار بھی نہ کرنا کہ اصحاب سماع بہت گزرے ہیں \*

رہنم الحروف کہتا ہے کہ حضرت خواجہ نے جو فرمایا کہ نہ اس کا رے کینم پاس پیشتر لیت فرمایا اور یہ جو کہ نہ انکارے کینم۔ پاس ادب بعض اصحاب سماع \*

المختصر فوق مرتبہ حقیقت صلوة معبودیت صرف ہے کہ اصل کل و ملائکہ ہے اس راہ دور و دراز پابست پیاز میں کوتاہی نظر آتی ہے۔ لیکن احسن کہ نظر کے واسطے کسی قدر گنجائش ہے۔ اسبجگہ جو ذات معبود صرف ہے اس کا مراقبہ کرتے ہیں امر قین یا محمد یعنی قدم آگے نہ رکھ اسے محمد کا اشارہ اس کو چہ تنگ کی طرف ہو سکتا ہے کیونکہ فوق مرتبہ حقیقت مرتبہ وجوب سے مساوی ہے اور مرتبہ تجرد و تنزہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس



اس میں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں۔ اس مقام میں نفی آلہ غیر مستحکمہ اور اثبات معبود حقیقی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں حاصل ہوتی ہے۔ عابدیت معبودیت کا سال بروجہ کمال ہو میں ظاہر ہوتا ہے اور معبود و عابد میں فرق اسبجگہ معلوم ہوتا ہے \*

سیر حقائق الیہ تمام ہوتی۔ اب سیر حقائق انبیاء علیہم السلام بیان کی جاتی ہے مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سیر حقائق الیہ میں انصاف الہی درجہ ہے اور سیر حقائق انبیاء علیہم السلام میں محبت سیدار بر صلی اللہ علیہ آلیہ وسلم۔ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی افعال و صفات کو \*

پس افرادِ محبت دو اعتبار رکھتے ہیں۔ ایک محبت - دوسری محبوبیت کمال  
 محبت ذاتیہ کا ظہور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے اور  
 کمالات صفائی و محبوبیت اسماء کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم  
 میں مستحق ہے \*

بالجملہ اول سیرِ سالک کی کمالات صفائی و حقیقتِ ابراہیمی ہیں کہ مقام  
 خلعت کا اشارہ اس کی طرف ہے ہوتی ہے  
 اس میں مراقبہ اُس ذات کا کہ منشاء ذاتِ ابراہیمی  
 ہے کرتے ہیں۔ یہ مقام عجب بابرکت ہے۔ اس  
 میں تمام نبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
 تابع ہیں اور حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم بحکم اتَّبِعْ مِلَّتِ ابْنِ اِهْنِمَ حَنِيفًا  
 خود مامور ہیں۔ اسی سبب سے آپ اپنی صلوٰۃ و برکات مطلوبہ کو صلوٰۃ ابراہیم علیہ



اسلام سے تشبیہ فرماتے ہیں۔ حیث علم امتہ بقولہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ  
 حَمِيْدٌ حَمِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ  
 وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ حَمِيْدٌ ۝ اس میں خیر و برکت کی ترقی کثرت  
 درود شریف پر منحصر ہے \*

اس مقام میں انسِ خاص طرح کا حق سبحانہ تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے  
 اور محبوبیت صفائی کہ عالم مجاز میں خط و خال و زلف وغیرہ سے عبارت ہے۔  
 جلوہ گر ہوتی ہے \*

اس کے بعد سیر حقیقتِ موسوی کہ کائناتِ محبت صرفہ کی طرف ہی ہے  
 اس میں مراقبہ اُس ذات کا کہ منشاء حقیقتِ موسوی ہے اور خودِ محبِ اپنی ذات

دائرہ حقیقت محمدی

کی ہے کرتے ہیں۔ اس مقام میں کیفیت عجیب بقوت تمام ظاہر ہوتی ہے۔ محب ذات اپنی ذات کے ساتھ محبت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور باوجود ظہور محبت ذاتی کبھی شان استغنا بھی ملتا ہو جاتی ہے۔ یہی سبب تھا کہ بعض موقع پر کبھی

حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گستاخانہ کلام کئے ہیں۔ لکھا قال

اللہ سبحانہ حکایتہ عن قولہ ان ہی لا لا فنتتباک

اس مقام میں درود الائمہ صلی علی محمد و آلہ

و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین

خصوصاً علی کلہما مؤسسہ ترقی بخشی ہو۔

بعدہ حقیقت الحقائق کا مرتبہ ہے اور یہ مراد

حقیقت محمدی سے ہے۔ اس میں مراتب اس ذات کا کہ منشاء حقیقت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی خود محبت وجود محبوب ہے کرتے ہیں۔ گویا اس

بمبارک محمدی کے دو مکیم اس نجسیت و محبوبیت پر دال ہیں۔ اس مرتبہ میں فنا

و بقا بطرز خاص ظہور کرتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارتداد

خاص ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا دونوں ایک چتر سے ہانی پی سہا ہیں۔ یا ایک

کی بنائیں دونوں آگئے ہیں۔

یہی مقام ہے کہ جس میں حضرت امام ربانی بچر و اللہ نانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ خدا کے عزوجل کو اس واسطے چاہتا ہوں کہ وہ میرے اللہ علیہ السلام

کاب سے۔ اس میں درود شریف کی کثرت چاہئے۔

واضح ہو کہ حقیقت محمدی علیٰ صافہا بلصاۃ اسلام کی ظہور اور اس

حقیقت الحقائق سے۔ کیونکہ حقائق انبیاء کرام و حقائق انکار مقام علیہ



اِنَّ اَعْرَافَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لَا اَعْرَافَ اس دعا کے ثبوت کے لئے لے کر  
 قاطع ہے و پذاہو الحقیقۃ المہرری عند التحقیق و ما بینا اولاً ہوا علیہ ذالذکر  
 حدیث قدسی لَوْلَا لَ مَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ وَ لَوْلَا لَ مَا اَظْهَرْتُ الذُّبُوْبَ  
 ایکہ مزار اس جہاں سے ہے قافزہر و لا یکن من القاصدین لیکن یہ تمام  
 سید اولین و آخرین سے مخصوص ہے۔ یہاں متعلق انبیا ع میں سے کسی کی  
 حقیقت کا پتہ نہیں لگتا۔ اس کے بعد مرتبہ لالتین و حضرت ابی اطلالت ہے۔  
 کہ جہاں قدم وہم کا گزر نہیں۔ بقول سدی غیبہ الرحمۃ آتسین دریا کا وہ  
 کس سے پوچھتا ہے کہ وہ خود کنارے پر کھڑا ہوا جل رہا ہے

در دست زبان ماثلے ست  
 لا احصی انبیا تمام ست

لیں رہ نہ بھائے ہر گدائے ست  
 لئے من کیم و ثنا کدام ست

لے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم  
 وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم  
 مجلس تمام گشت بیایاں رسید عمر  
 ماہ چنناں در اول وصف تو ماندہ ایم  
 آل نہ روئست کہ من وصف جمالش تو اعم  
 لیں سخن از دگر ال ہر س کہ سن حیر اعم

## خاتمہ

بیچ میرزا محمدان حبیب الدین احمد سوزاں ابن خواجہ سعید الدین انصاری  
 الہروی الخزرچی نہ زاہد نہ صوفی نہ متقی۔ نہ عالم۔ نہ عابد با ایں ہمہ پانچوں  
 سواروں میں شامل بنقل مشہور ہے۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل \*  
 بھلا کوئی پوچھے کہ کھٹے کہا بنی کھٹی کہ تو نے بیٹھے بٹھائے جان پر بلی۔



اب شرمائے اور نہ دست اٹھانے سے کیا ہوتا ہے۔ نہ سے اہل علم و دانش کو  
 کیا منہ دکھاؤنگا۔ اہل بصیرت کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤنگا۔ بحالت سے  
 پسینہ پسینہ ہوا جاتا ہوں۔ پشت سے آہ شرماتا ہوں۔ بچہ رند کی زبان  
 دیکھو۔ مسائل تصوف کا بیان دیکھو۔ کل تک بچوں شودوں میں بڑھتا  
 اٹھتا رہا۔ آج ولی بن بیٹھا۔ یہ خبر نہیں کہ معارف متعلق تحریر و تقریر میں  
 نہیں آتے۔ ارباب معنی کو چہ تنگ الفاظ کی طرف نہیں جاتے کیونکہ  
 ان کے بیان کا اوزر طور ہے۔ وہ زبان ہی اوزر ہے ۵

واں بیانیے سازبانے دیگر بہت

اہل معنی را بیان دیگر است

مدارہ بریں کوئی قومی بہت منازل طے کرنے والا کچھ کہے تو مضائقہ  
 نہیں۔ نہ تو ضعف سے اول قدم پر راہ میں گرنے والا \*  
 اس وقت خیال آیا کہ اس دفتر پریشان سے دل اٹھاؤں۔ ورنہ  
 کر کے دریا میں بہاؤں۔ مگر ساتھ ہی دو باتیں معلوم ہوئیں :- ایک یہ  
 کہ میں نے تو خدا کے واسطے لکھا تھا۔ اب اگر دنیا کے لحاظ سے ضائع کیا تو  
 خدا کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ دوسرے یہ کہ بعض حضرات جنہوں نے اسکو پسند  
 کیا اور چھپوانے کا وعدہ کر لیا۔ ان سے کیا کہا جائیگا۔ ناچار چپ ہو رہا \*  
 طالبان طریق و ساکبان راہ تحقیق سے یہ سیکر کہ جب اس کے مطالعہ  
 سے دل خوش ہو تو خدا کے واسطے بھول نہ جائیں۔ مجھے دیکھنے سے خیر سے یاد  
 فرمائیں اور کسی جگہ کوئی بات اپنے عقیدہ کے برخلاف پائیں تو مولف کا  
 خیال دل سے اٹھا کر طعن و تعرض سے باز آئیں۔ کیونکہ ادائے معارف و لطافت  
 میں بجز نقل اس کا کچھ منصب نہیں ہے۔ اور خدا کے دوستوں پر طعن و  
 تعرض کرنے والے کی جگہ اسفل السافلین ہے \*  
 مُحَمَّدٌ لِلّٰهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

## نظم

شکر حق را کیں نگارِ دلپذیر  
 در طریقِ خواجہ دُنیا و دین  
 آنکہ عشق او بود در جان من  
 آنکہ دل را نور ایساں باز داد  
 آنکہ ملامی نماید ز او دین  
 ذکر خیرش را کتم در پرده چند  
 قصہ کوتاہ از پس عمر و راز  
 اے خدا قربان احسانت شوم  
 اے خدا جان و دلم قربان تو  
 باوہ عشقت مرا کردست مست  
 خوشتن را ہرزماں دل میدہم  
 تن بذکرستت و جاں در ذکر تو  
 چشم مشتاقِ رخ نیکوستت  
 گئے بود کہ رخِ مہجوری ہضم  
 از رخِ چوں ہر روز مہر آفتاب

با جمال و حسن جویا بدر منیر  
 عاشق و معشوق رب العالمین  
 دین من اسلام من ایمان من  
 آنکہ شخص مردہ را باں باز داد  
 آفریں بر جان پاکش آفریں  
 بادشاہ ملک عرفاں نقش بند  
 ناگہانم آمدست از در فراز  
 ادبچہ احدانت قربانت شوم  
 بر من است از حد فزوں احسان تو  
 گر نگیری دست من رفقم زدست  
 روز و شب در محنت و در اندہم  
 ہر سر موعم زباں در ذکر تو  
 گوش مجو ذوق گفت و گرتت  
 کئے بود کئے کہ غنم دہنی ہم  
 تا جو ایچم پیش نور آفتاب

از ہر دو مکتبہ اشیاں مانند نام  
 ہیں سخن کوتاہ باز در اسلام

## قطعه تاسیح

از تاسیح طبع محمد امین خاں طالب جبل اللہ علی کل امر غالب

کوئی ایسا زباں آور بھی کم ہے  
 خیابان گاستان ارم ہے  
 زبان کلاب یا تیغ دو دم ہے  
 کلید گنج معنی یافت لہر ہے  
 دم ان کا ہند ہیں اب غم ہے  
 نہ اندیشہ کسی شے کا نہ غم ہے  
 کہ جسکے چشمے خورشید نم ہے  
 مجھے فیض الہی کی قسم ہے

کہا ہے کیا نقوت ہیں رسالہ  
 سخن ہیں بسکہ ہے رنگ معانی  
 معانی ہیں کہ فوج ملک غیبی  
 تو دریا سے حکمت یا سخن ہے  
 نہ صہبائی نہ آزرده نہ غالب  
 بسر کرتے ہیں آزادانہ اوقات  
 یہ کیا ہے چشمے نور اللہ  
 ذرا گزری تھی دل پر فکر تاسیح

پڑھا ہفت نے یہ معنی اسی دم  
 اجی یہ شاعری رنگیں رقم ہے

۱۲

۵۵

۹۵

# تکمیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وَمِنْ ذٰلِكَ الْحَالِ وَالْوَقْتِ وَالْفَرْقِ بَيْنَهُمَا

مشائخ نے لفظ وقت میں بہت کچھ کہا ہے۔ میری مراد اثباتِ تحقیق سے ہے نہ تطویل بیان سے \*۔

پس وقت وہ ہے کہ بندہ اس کے سبب ماضی و مستقبل سے نلے خبر ہو جائے یعنی حق کی طرف سے ایک امر وارد دل ہو کہ اس میں اس کے ستر کو جمعیت حاصل ہو۔ جیسا کہ حالت کشف میں۔ پس تمام خلق کو اس کے اند اس تک سائی نہیں ہوتی اور اس کو خبر نہیں رہتی کہ پیشتر ہم پر کیا گزرا اور آئندہ کیا ہوگا \*۔

ایک صاحب وقت کا قول ہے کہ ہم کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا حظ حاصل ہوتا ہے کہ اگر اس میں ماضی و مستقبل کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے محجوب ہو جائیں \*۔

ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وقت عزیز کو عزیز کام میں صرف کرنا چاہئے۔ اور عزیز ترین اشیاء میں الماضی و مستقبل سے \*۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لِي مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ لَّا يَسْتَعْنِي نِيَّةُ مَلَكَ مُقَرَّبٍ وَلَا نَبِيٍّ مُرْسَلٍ یعنی خدا تمہارے کے ساتھ میرا ایک وقت

ہے کہ اس میں ربی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل میری سائی نہیں رکھتا۔  
یہی سبب تھا کہ شب معراج تک آسمان وزمین پیش نظر کیا۔ تو آپ نے  
کسی طرف توجہ نہ فرمائی تا آنکہ ارشاد ہوا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى \*  
فائدہ:- موصد کے لئے دو وقت ہیں۔ ایک حال نقد میں۔ ایک حال وجد  
میں یعنی ایک محل وصال میں ایک محل فراق میں۔ اور طرفہ یہ کہ وہ دونوں  
وقتوں میں معذور ہوتا ہے۔ کیونکہ وصل ہے تو حق ہے۔ فصل ہے تو حق سے  
اور اختیار و کتاب بندہ کلا در میان میں لے ثبات ہے تاکہ بیان اس کا  
کیا جائے اور جس حال میں دست اختیار اس کے دامن روزگار تک نہیں  
پہنچتا۔ تو کچھ کریں یاد کیجیے۔ وقت کی طرف سے ہے \*

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک درویش کو مقام ہولناک  
میں لیکر دخت کے نیچے دیکھا۔ میں نے کہا بھائی یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ کہا یہاں  
مجھ پر حادثہ گزرا ہے۔ میں نے کہا کیا۔ کہا میرا وقت جاتا رہا۔ میں نے کہا  
کب سے بیٹھا ہے۔ کہا بارہ برس سے۔ اب آپ ہمت کیجئے۔ شاید مراد کو  
پہنچ جاؤں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہاں سے جا کر میں  
جج گیا اور اس کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی۔ جب پھر وہاں  
پہنچا۔ اسی طرح اس کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا۔ جو ان اب کیوں بیٹھا  
ہے۔ چلا جا۔ کہنے لگا۔ ایہا شیخ۔ میں نے یہاں عمر بھر کی کمائی کھوئی  
کھتی۔ پھر برسوں خاک چھانی۔ پھر یہیں مراد کو پہنچا۔ اب مجھے اس مکان  
سے اس ہو گیا۔ کیونکہ چلا جاؤں۔ جتنا کہ اپنی خاک کو اس خاک میں نہر  
ملانے کا۔ مجھے چین نہیں آنے کا \*  
مشارح کہتے ہیں اَلْوَقْتُ سَيِّفٌ قَاطِعٌ جس طرح کاٹنا تلوار کی  
صفت سے۔ اسی طرح وقت کی صفت سے۔ کیونکہ یہ ماضی و مستقبل کی جڑیں

۱۵ میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے دائیں بائیں اور نگہ گم

کاٹتا ہے اور گزشتہ و آئندہ کا نعم دل سے اڑاتا ہے \*  
 پس صحبت شمشیر خالی از خطر نہیں۔ اما ملک و اما ہلاک یا مالک کرے یا  
 ہلاک کرے۔ اگر کسی نے ہزار برس شمشیر کی خدمت کی اور رات دن اس کو  
 گلے کا ہار بنایا۔ تو کاٹتے وقت تمیز نہ کریگی کہ میرے مالک کی گردن ہے یا  
 کسی غیر کی۔ کیونکہ اس کی صفت فہر ہے اور مالک کے اختیار سے وہ صفت  
 اس سے زائل نہیں ہوتی \*

## بیان حال

حال وہ ہے کہ وقت پر وارد ہو کر جیسے کہ روح رونق بخش جسم ہے۔ اس کو  
 رونق بخشنے۔ لامحالہ وقت محتاج حال ہے۔ کہ اس کا صفا و قیام اس سے  
 ہے \*

پس جبکہ صاحب وقت صاحب حال ہو جاتا ہے۔ تغیر نہیں رہتا۔ وقت  
 میں ثبات و استقامت آجاتی ہے اور با وقت پر بحال زوال روا ہے۔  
 اور جب حال چل ہوگا۔ تمام زمانہ وقت ہو گیا۔ زوال روا نہیں \*  
 ایک بزرگ کا قول ہے الْحَالُ سُكُوتُ اللِّسَانِ فِي فَنُونِ الْبَيَانِ  
 زبان صاحب حال بیان حال سے عاجز ہے۔ مال اس کا معاملہ اس کی  
 حقیقت حال کا بیان کریگا۔ اسی سبب کہتے ہیں السُّؤَالُ عَنِ الْحَالِ  
 حَالٌ کا بیان کرنا محال ہے۔ کیونکہ مال فنا کے مقابل ہے \*

استاد ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ یقیناً علیہ السلام صاحب وقت  
 تھے۔ کبھی غم فراق سے فراق میں آنکھیں سفید اور کبھی شادی وصال میں  
 آنکھیں اچھی کر لیتے تھے۔ کبھی تیغ الم سے جرحناک تھے اور کبھی عیش  
 و لذت سے فرحناک \*

اور ابراہیم علیہ السلام صاحبِ حال تھے۔ نہ فراق پر نظر تھی کہ جرحناک ہوتے۔ نہ وصال پر کہ جرحناک ہوتے۔ چاند۔ سورج۔ بلکہ سارے ستارے دکھنا حال تھے اور آپ روئے میں سب سے فارع البال۔ ہر چیز میں حق کو دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے **لَا أُحِبُّ إِلَّا فَلَاحًا** \*  
 پس بھی تمام عالم صاحبِ وقت کے واسطے اسفل السافلین ہے کیونکہ شاہد کے اندر غیبت ہے اور محبوب کے غائب ہونے سے دل کو وحشت ہوتی ہے اور کبھی بہشت بریں کیونکہ شاہدہ میں حق کی طرف سے تحفہ اور مزد سے بھی پہنچتے ہیں \*

## وَمَنْ ذَاكَ الْمُهْتَمُّ وَالْمُكْبِنُ وَالْفَرَقُ بَيْنَهُمَا

### بیان معنی

مقام اقامت سے راجح میں اور حق گزاری و رعایت کرنی اس مقام کی تا آنکہ اس کے کمال کو پہنچے اور روانہ نہیں کہ جب تک اس کا حق ادا ہو ترقی کرے اور ابتداء سے مقامات توبہ ہے۔ پھر انابت۔ پھر زہد۔ پھر توکل۔ علیٰ ہذا یقین لیکن یہ ہو گا کہ توبہ و دعویٰ سے انابت اور توبہ سے انابت و دعویٰ سے زہد اور توبہ سے زہد و دعویٰ سے توکل کرے۔ خداوند تعالیٰ ہم کو جبرئیل کے حال سے خبر دیتا ہے کہ انہوں نے کہا **وَمَا جِئْنَا إِلَّا بِنِعْمَةٍ مِّنَّا لَمَّا كُنَّا فِيهَا** مقام متعلوہم کوئی نہیں ہم میں سے مگر یہ کہ اس کا مقام معلوم ہے۔ اور یہی حال انبیاء کا ہے \*

چنانچہ مقام آدم علیہ السلام توبہ ہے اور مقام نوح علیہ السلام زہد اور مقام ابراہیم علیہ السلام تسلیم اور مقام موسیٰ علیہ السلام انابت اور مقام داؤد علیہ السلام دوست نہیں کتا بنیہ آئیوا لوان کی ہے \* ہم سے کوئی مگر اس کے واسطے ہے جاہ متعلوہ





یہاں مجاہدات منقطع ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ پس اس کی ابتداء مکہ سے اور انتہا مواہب \*۔

اب یہاں ایک احتمال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے شروع میں رضا اپنی طرف سے دیکھی تو کہا مقام ہے اور جس نے انتہا میں اپنی رضا حق کی طرف سے دیکھی۔ کہا حال ہے اور یہ مذہب محاسبی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ لیکن معاملہ میں انہوں نے خلافت نہیں کیا سوکے اس کے کہ مریدوں کو عبادات و معاملات کے اندر جہاں شائبہ وہم و خطا معلوم ہوا چنانچہ ایک روز ابو حمزہ بغدادی کہ ان کے مرید صاحب حال و مستمع تھے ان کے پاس آئے۔ آپ کے ہاں ایک جانور خوش آواز بھقا۔ وہ بولنے لگا ابو حمزہ نے چیخ ماری۔ حارث چھری لے کر چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور کہا کہ تو کافر ہو گیا۔ مرید پاؤں میں گر پڑے۔ ابو حمزہ سے کہا مردود تونج گیا مریدوں نے کہا۔ حضرت ہم ان کو خواص اولیاء میں سے جانتے ہیں۔ فرمایا۔ درست ہے میں بھی اس کے باطن کو توحید میں مستغرق سمجھتا ہوں۔ لیکن کوئی کیوں ایسی بات کرے کہ حلو لیوں کے افعال سے مشابہ ہو اور ان کے قول کا نشان اس کے معاملہ میں پایا جائے۔ مرغ عقل نہیں رکھتا۔ عادت کے موافق بولتا ہے۔ کیوں سماع حق سمجھا۔ حق سبحانہ متبخر سے نہیں۔ نہ اس کے دوستوں کو سوکے اس کے کلام کے آرام۔ نہ سوکے اسلام کسی طریقہ میں وقت و حال۔ نہ اس کو حلول و نزول نہ اتحاد و امتزاج۔ جب ابو حمزہ کو شیخ کی نظر میں یہ وقت معلوم ہوئی عرض کیا یا حضرت ہر چند کہ میرے عقیدہ میں کچھ خرابی نہ تھی۔ لیکن میرا فعل قوم مخالف کے موافق تھا۔ میں نے اس سے توبہ کی \*۔

اس قسم کی باتیں حارث المحاسبی کی بہت ہیں۔ پس یہ طریق نہایت

پسندیدہ ہے \*

رسولِ نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِدُ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ الشُّهَرَاءِ يَنْتَهِى بِشَخْصٍ خَدَّيْهِمَا يَمَانِ  
رَكُوتًا هِيَ أَوْ رُوزِ قِيَامَتٍ بِرَأْيِمَانِ رَكُوتًا هِيَ وَهِيَ تَهْمَتٌ كِي جَدَّ نَهْ كَهْرًا هُوَ \*  
المختصر راہِ خدا کی تین ہیں :- حال - مقام - تمکین - خداوند تعالیٰ  
نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو جُدا جُدا طریق و مقام ظاہر کرنے کیوں  
بھیجا تا آنکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے آنے سے اہل ہر مقام کا حال  
معلوم ہوا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ نعمت انتہا کو پہنچائی اور کسبِ خلق  
منقطع اور دین تمام ہوا الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا \*

## بیان تمکین

تمکین مراد ہے اقامت محققان محل کمال و درجہ اعلیٰ میں کرنے سے \*  
پس اہل مقامات کو مقامات سے گزرنا ممکن ہے - لیکن تمکین سے  
گزرنا محال ہے - کیونکہ مقامات درجہ اہل بدائت کے ہیں - اور تمکین درجہ اہل  
نہائت کا - بدائت سے نہائت کی طرف گزر ہے - اور نہائت سے کسی  
طرح نہیں - سبب یہ کہ مقام منزل راہ ہے اور تمکین پیشگاہ حضرت یونس علیہ السلام  
اہل خداراہ میں غائب رہتے ہیں اور منازل میں بیگانہ - ان کا سر حضرت  
متعلق ہے اور حضرت میں جا کر سامان آفت ہے - اور اسباب غنیمت ایام  
جاہلیت میں - جب شاعر شعر کہہ کر ممدوح کے دروازہ پر جاتے - گھوڑے کی

لہ آج تمام کیا میں نے تمہارے دین کو اور تمام کیا میں نے تم پر ساری نعمت کو اور رضی ہوا اور  
تمہارے اسلام ہر از روئے دین کے ۱۲

کو چین کاٹ دیتے اور تلوار کو توڑتے یا میان کر لیتے۔ مراد یہ کہ گھوڑا یہاں تک پہنچانے کے واسطے بٹھا اور تلوار دفع حسود کے واسطے۔ یعنی جو لوگ خدمت محدود میں حاضر ہونے سے مانع ہوں۔ ان کے لئے اب یہاں پہنچ گیا اکت مسافر بیکار ہے۔ گھوڑے کو مار دیا کہ اب اس در سے جانا نہیں۔ تلوار کو توڑ دیا کہ اس درگاہ سے قطع روا نہیں۔ چند روز کے بعد شعر پڑھتے۔

جب حضرت موسیٰ نے مقامات طے اور منازل قطع کیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو محل تکمیل پر پہنچ گیا۔ اسباب تلویں تجھ سے ساقط ہو گئے فَأَخْلَع نَعْلَيْكَ وَالْقِيَاصَ جَوْنِي أَمَارًا لِّكَطْرِي پھینک دے۔

پس ابتداء سے عشق طلب ہے اور انتہا قرار و طرف سے۔ پانی جب تک ندی نہریں ہے جاری ہے۔ جب سمندر میں پہنچ گیا ٹھہر گیا اور مزہ بدل گیا۔ اس وقت جس کسی کو پانی کی ضرورت ہوگی۔ اس کا ارادہ نہ کرے گا۔ لیکن اس کے پاس وہ شخص جائیگا۔ جس کو جو اہر کی خواہش ہوگی اور مرنے پر کمر باندھیں گا کہ بھاری چیز یا نوں میں باندھ کر اوندھے منہ اندر جائے اور جو اہر لائے یا وہی جان دے۔

مشائخ میں سے ایک کا قول ہے اَلتَّكْوِينُ رَفْعُ التَّلَوِينِ تَمَكِينِ رَفْعِ تَلْوِينِ ہے۔ اور تلویں بھی اہل تصوف کی عبارات میں کا ایک لفظ ہے۔ مثل حال و مقام یعنی جیسے یہ دونوں لفظ معنی میں قریب قریب ہیں۔ ایسے ہی تلویں تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنے کو کہتے ہیں۔ اور مراد اس کلمہ سے یہ ہے کہ تمکین ایک بارگی حضرت میں رخت لیجائے۔ اور ایک لخت تر دو واہد لیشہ غیر دل سے اٹھائے نہ اس پر معاملہ کا زور چلے کہ اس کے ظاہری حکم کو بدلے اور نہ حال ہو کہ باطن کو متغیر کر دے۔

حضرت موسیٰ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صاحب تلویں تھے

حق نقلی نے ایک نظر بطور تجلے دیکھا تھا۔ ہوش ہمارا وخر مؤسسے صریحاً ط  
 اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم تکمیل تھے۔ مگر سے تاب قاب توسین  
 عین تجلے میں تشریف لے گئے۔ حال میں فرق نہ آیا \*  
 الحاصل تمکین کی دو طرح ہیں۔ اکہیت یہ کہ اس کی نسبت شاہد حق کی  
 طرف ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنی طرف ہو۔ جس کی نسبت اپنی طرف سے۔ باقی  
 الصفیہ ہے اور جس کا حوالہ شاہد حق کی طرف سے۔ فانی الصفیہ۔ فانی الصفیہ  
 پر صفت محو و محو و فنا و بقا و وجود عدم صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ان صفات  
 کی اقامت کے لئے موصوف چاہئے اور جبکہ موصوف مستغرق ہے۔ اقامت بیعت  
 کا حکم اس سے ساکت ہوگا۔ اس معنی میں اساتذہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ چنانچہ  
 کسی قدر سال میں لکھا گیا۔ فقیر نے اسی پر اکتفا کیا \*  
 \* \* \* \* \*

## ومن ذلک المحاضرة والمکاشفة والفرق بینہما

### بیان محاضرہ و مکاشفہ

سمجھنا چاہئے کہ محاضرہ لطائف بیان میں حضور دل پر واقع ہوتا ہے اور مکاشفہ  
 خطرہ عیان میں حضور سر پر \*  
 \* \* \* \* \*

پس محاضرہ شواہد آیات سے متعلق ہے اور مکاشفہ شواہد مشاہدات سے متعلق  
 محاضرہ دوام تفکر ہے رویت آیت میں اور علامت مکاشفہ دوام تیر کئے عظمت  
 میں اور فرق اس میں کہ افعال میں تفکر ہوتے ہیں اور جلال میں تیر ہے  
 کہ ایک اظہار سے دولت خلق کے اور ایک قرین محبت۔ تجھ کو معلوم نہیں  
 کہ جب صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ نے ملکوت آسمان میں دیکھا اور حقیقت جو وہ  
 \* \* \* \* \*

یہ اعلیٰ ہے جو علیہ اسلام بیوں ۱۲

تاملن تفکر کیا تو دل حاضر ہوا۔ روئت فعل سے طالب فاعل ہوئے تا آنکہ حضور  
نے فعل کو دلیل فاعل گردانا اور کمال معرفت میں فرمایا کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ  
لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا اور جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کو ملکوت پرے گئے تو انہوں نے نہ فعل کو دیکھا نہ خلق کو۔ نہ اپنے کو۔  
سب کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہاں تک کہ مکاشفہ فاعل واقع ہوا  
پس عالم کشف میں شوق پر شوق اور قلق پر قلق زیادہ ہوا اسی عالم پر  
طالب روئت ہوئے۔ روئت پیسرہ تھی۔ فکر قربت کی قربت ممکن نہ تھی بقصد  
وصل کیا۔ وصل نہ ہو سکا۔ ہر چند دل پر تنزیہ دوستیاً ظاہر ہوئی۔ شوق پر شوق  
بڑھتا گیا۔ نہ روئے اعراض نہ امکان اقبال متیجر ہوئے۔ پس جہاں غلت  
تھی حیرت کفر معلوم ہوئی اور جہاں محبت تھی وصال شرک نظر آ کر حیرت  
حاصل ہوئی۔ کیونکہ غلت میں حیرت ہستی کے اندر تھی اور وہ شرک ہے۔ اور  
محبت میں حیرت جلونگی کے اندر تھی اور یہ توحید ہے۔ یہی سبب تھا کہ  
شبلی علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے یَا دَلِیْلُ اَلْمَلٰئِکَہِ اَتَرَبَّیْنَ ذٰلِیْنِ تَحْسِبُوْنَ اَکْبَرُ مِنْ شَہَادَہِ  
میں حیرت کا زیادہ ہونا درجہ کے زیادہ ہونے کے وجہ سے ہے \*  
کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم سعید  
علوی کو کنارہ دیا پر دیکھا تو دریافت کیا کہ طریق کئے ہیں کہا۔ دو۔ ایک طریق  
عوام کا۔ دوسرا خواص کا۔ کہا واضح تر بیان کیجئے۔ کہا طریق عوام وہ ہے کہ  
کہ جس کو تمہنے اختیار کیا کہ تمہارا رو قبول عملت کے ساتھ ہے اور طریق خواص  
ہے کہ سئل پر نظر ہے نہ علت پر \*  
۱۵ ہر شیکر میں نے سامنے کیا اپنے منہ کو اسکی طرف کہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اس  
مالت میں کہ صاحب توحید ہوں میں ۱۲  
۱۶ اے رہنما اہل تخیل کے میری حیرت کو زیادہ کر \*

# ومن ذلک القبض والبسط والفرق بینہما

## بیان تبض و بسط

واضح ہو کہ قبض و بسط دو حال ہیں احوال میں کہ بندہ کا تکلف ان سے ساوٹا ہے۔ چنانچہ نہ ان کے آنے کو کسبے علاقہ۔ نہ جانے کو جہد سے تعلق۔  
اللہ قلے نے فرمایا **وَلِلّٰهِ يَفْبِضُ وَيَبْسُطُ**

پس تبض قبضِ قلوب کے مراد ہے حالتِ حجاب میں اور بسط بسطِ قلوب سے حالتِ کشف میں۔ اور یہ دونوں حالتیں حق کی طرف سے ہیں۔ اور قبض روزگارِ عارف میں ایسا ہے جیسا کہ خوفِ مُریدوں کے لئے زمانہِ ارادت میں اور بسط روزگارِ عارف میں ایسا جیسے رجائے مُریدوں کے لئے زمانہِ ارادت میں۔  
بعضے مشائخ کہتے ہیں کہ ترتیبِ قبض کا بسط سے بلند تر ہے۔ دلیل یہ کہ اس کا بیان کتابِ الہی میں مقدم ہے۔ اس کے سوا اس میں گدازشِ وقہر ہے۔ اور اس میں نوازشِ دہرا محالہ گدازشِ بشریت و وقہر نفس پر اسکی پرورشِ فائز ہے کیونکہ یہ حجابِ اعظم ہے۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ مرتبہ بسط کا قبض سے زیادہ تر ہے۔ کیونکہ تقدیمِ ذکر قبض کتاب میں علامتِ تقدیمِ فضلِ بسط ہے۔ کیونکہ عادتِ عرب سے کہ جو چیزِ فضل میں موخر ہے اس کو ذکر میں مقدم رکھتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ **ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِمَّنْ مُّقْتَصِدٌ وَمِمَّنْ سَابِقَ بِالْخَيْرَاتِ اِذْ يَنْذِرُ اللّٰهُ اَمِي**

لہ خداوند تعالیٰ تنگی دیتا ہے اور فراخی دیتا ہے ۱۱ لہ پس بعضے ان بندوں میں سے ظالم ہیں اپنے نفس کے واسطے۔ بسبب تقصیرِ عمل و قرآن مجید اور بعضے ان میں سے مہمانہ رو ہیں کہ عمل کرتے ہیں قرآن مجید پر اکثر اوقات ۱۲

جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ  
 لِيْ تَابِيْ وَاَسْجُدِيْ وَاَرْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۝ سو اس کے بسط میں سرور ہے  
 قبض میں ہلاک و ثبور ہے \*

صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ میرے شیخ ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ  
 علیہ فرماتے تھے کہ قبض و بسط کہ حق کی طرف سے بندہ کو پہنچتی ہیں دونوں  
 کے ایک معنی ہیں۔ یعنی جب ایک معنی دل پر وارد ہوگا۔ یا بسط اس سے  
 سرور ہوگا اور نفس مقہور یا بسط مقہور ہوگا اور نفس سرور۔ سو کسی کے لئے قبض  
 سر میں۔ بسط نفس واقع ہوتا ہے اور کسی کو بسط سر میں قبض نفس۔ اسی  
 سبب حضرت بایزید نے فرمایا قَبْضُ الْقَلُوْبِ فِيْ سَطْرِ النَّفُوْسِ وَ  
 سَطْرُ الْقَلُوْبِ فِيْ قَبْضِ النَّفُوْسِ پس نفس مقہور عقل سے محفوظ ہے۔ اور سر  
 مبسوط زلل سے مضبوط۔ کیونکہ مذہب دوستی میں غیرت لازم ہے اور قبض  
 علامت غیرت حق ہے اور دوست کو دوست کے ساتھ معاہدت شرط ہے سو  
 بسط علامت معاہدت ہے \*

آثار میں ہے کہ کئے پینہر ہنسا نہ کرتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام ہنسا  
 کرتے تھے۔ اس واسطے کہ وہ منقبض تھے اور وہ منبسط۔ جب ملاقات ہوتی  
 تھی عیسیٰ علیہ السلام کہتے۔ عیسیٰ تمہارے دل سے قطعیت کا خوف جاتا رہا۔  
 عیسیٰ علیہ السلام جواب دیتے۔ کئے تم رحمت سے نا امید ہو گئے۔ نہ تمہارا  
 رونا حکم ازلی کو بدل ڈالے گا اور نہ میرا ہنسا قضا کو ٹالے گا لا قَبْضَ وَلَا سَطْرَ  
 لَا طَمَسَ وَلَا اَكْسَ وَلَا حَمُوَ وَلَا صَحُوَ وَلَا حَقَّ وَلَا عَجَنَ وَلَا جَهْدَ لَا اَكُوْنَ اللّٰهُ

سہ تحقیق اللہ تعالیٰ دوست کہتا ہے جمع کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاکی کرنے والوں کو  
 لہ اے مریم فرما بے زاری کر تو اور رکوع کر تو ساتھ رکوع کرنے والوں کے \*  
 سے بنگی دلوں کی فراخی نفوس ہیں ہے اور فراخی دلوں کی بنگی نفوس \* ۱۲۷

# ومن ذلک اللئس والہیبتہ والفرق بینہما

## بیان النس و ہیبت

انس و ہیبت دو حالتیں اہل طریقت کے احوال میں سے ہیں۔ صورت ان کی یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ صاحب جلال سے بندہ کے دل پر تجلی کرتا ہے تو اس کے دل پر ہیبت طاری ہوتی ہے اور جب شاہد جمال سے تجلی کرتا ہے تو اس میں انس پیدا ہوتا ہے۔

سواہل ہیبت جلال سے رنج و لعنہ میں اور اہل انس جمال سے عیش و طرب میں رہتے ہیں۔ پس اس دل کو کہ جلال سے عشق کی آگ میں لگا رہے اور لوطا ہے اس دل سے کہ جمال نور مشاہدہ میں مستغرق ہو رہا ہے۔ فرق ہے بعضے مشلح کہتے ہیں کہ ہیبت عارفوں کا درجہ ہے اور انس مریدوں کا۔

کیونکہ حضرت حق میں جس کا قدم آگے بڑھا ہوا ہوگا۔ ہیبت کا غلبہ ہوگا اور انس سے متغیر ہوگا کیونکہ انس جنس کے ساتھ ہوتا ہے اور یہاں مجاہدت و مشاکلت پائی نہیں جاتی۔ پس انس ممکن نہیں اور اس کے سوا خلق سے بھی مانوس نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی انس ممکن ہوگا تو اس کے ذکر سے اور ذکر خیر ہے کیونکہ ذکر صفت بندہ ہے اور قرار غیر کے ساتھ عشق میں دعوائے باطل ہے اور ہیبت مشاہدہ عظمت حق سے ہوتی ہے۔ اور عظمت صفت حق ہے۔

پس جس بندہ کا کام اس کی ہستی و خودی کی طرف منسوب ہو۔ اسکو اس بندہ سے کہ اسکا کام اسکی فنا سے بقا خدا میں ہو بہت فرق رکھتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ فرمایا کہ میں ایک عرض تک بھٹتا رہا کہ عبت بہر لرب کرنا ہوں اور مجھے شاہد حق سے انس ہے۔ اب بانا



کہ انس جنس سے مخصوص ہے \*  
 بعضے کہتے ہیں کہ ہیبت قرینہ فراق و عقوبت ہے اور انس نتیجہ و صلتِ حمت  
 صاحب کشف المحجوب کہتے تھے کہ میرے ہیرے ہیرے کہتے تھے کہ مجھے ان لوگوں  
 پر تعجب آتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انس کا ہونا حق سے ممکن نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ  
 فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِيْ - قُلْ لِّعِبَادِيْ - وَاِذَا سْأَلَكَ عِبَادِيْ - يَا عِبَادِیْ اَلَا  
 خَوْفٌ عَلَیْكُمْ الْیَوْمَ وَ اَلَا اَنْتُمْ تَخْرَوْنَ ۗ لا محالہ جب بندہ یہ افضال دیکھے  
 اس سے محبت کرے گا اور جب محبت کرے گا مانوس ہو جائیگا۔ کس لئے کہ محبوب  
 ہیبت کھانی دلیل بیگانگی ہے اور انس کرنا دلیل بیگانگی ہے اور آدمی کا  
 خاصہ ہے کہ منعم سے انس کرتا ہے۔ پس حقتعالیٰ کی طرف سے اس قدر  
 نعمتیں پہنچیں اور ہموان کا علم ہو۔ پھر محال ہے کہ ہم ہیبت کا ذکر زبان پر

لائیں \*  
 صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ میری دانست میں باختلاف شان  
 دو نوگروہ مصیبت میں ہیں۔ کیونکہ وہاں سلطان ہیبت نفس وہو کہے درپے  
 ہو گیا۔ فنا سے بشریت کر رہے ہے۔ یہاں سلطان انس تربیت معرفت کیوں  
 کر کو پیچھے پڑ گیا \*  
 پس حقتعالیٰ تجلے جلال سے دوستوں کے نفس کو فانی کرتا ہے۔ اور

تجلے جمال سے ان کے ہر کو باقی رکھتا ہے \*  
 پس جو اہل فنا تھے انہوں نے ہیبت کو مقدم رکھا اور جو اربابِ جمال  
 انہوں نے انس کو تفضیل دی \*  
 اور فنا و بقا کا حال اس رسالہ میں لکھا گیا \*  
 ۱۲ تخیق بندوں میرے ۱۲ ۱۱ کہ میرے بندوں سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم \* ۱۳ اور حقیق

# وَمِنْ ذَلِكَ الْقَهْرُ وَاللِّطْفُ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا

## بیان لطف و قہر

قہر سے مراد تائید حق ہے کہ نامرادی و نفس کشی میں واقع ہو اور لطف سے مراد حق بقاء سرور و دوام مشاہدہ اور قرار حال درجہ استقامت میں مراد ہے \*  
 چنانچہ بعضوں نے کہا ہے کہ کرامت حق تعالیٰ حصول مراد ہے۔ پس یہ اہل لطف تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ کرامت وہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو اپنی مراد پر پہنچائے اور اسکو اسکی مراد سے باز رکھ کر معذور نامرادی کرے یہاں تک کہ اگر پیاس کی حالت میں دریا بہنے لگے تو دریا خشک ہو جائے \*  
 نقل ہے کہ بغداد میں محترم فقرا میں سے دو درویش تھے ایک صاحب قہر اور دوسرا صاحب لطف۔ دونوں اپنے اپنے مرتبہ کی تعریف کیا کرتے ایک کہتا کہ اگر لطف شامل حال بندہ ہو تو اس سے بہتر کچھ نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اللَّهُ كَطِيفٌ بَعِيدٌ**۔ دوسرا کہتا قہر حق بندہ کے حق میں بڑی نعمت ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَهُوَ الْقَاهِرُ قَوُّوقٌ عِيبٌ**۔ آخر اس بات سے طویل بکڑا۔ یہاں تک کہ اس صاحب لطف نے حج کا ارادہ کیا اور وقتاً جنگل میں کم ہو گیا۔ چنانچہ کئی برس گز گئے۔ حج نصیب نہوا۔ ایک بار ایک شخص مکہ سے بغداد کو جاتا تھا۔ اس نے اسکو راہ میں دیکھا۔ کہنے لگا۔ بھائی جب عراق پہنچے کرخ میں میرے رفیق سے کہنا کہ اگر جنگل کی تکلیف کو علاوہ مجاہدات جنگل کرخ بغداد دیکھا جاتا ہے تو چلا آ۔ کہ جنگل میرے حق میں کرخ بغداد ہے۔ اس شخص نے کرخ بغداد میں پہنچ کر رفیق کو پیغام پہنچایا۔ جواب دیا کہ میری

خیزندوں پر \* **عَلَّمَ اللَّهُ لِقَائِهِ قَهْرًا فَوَاللَّهِ** اپنے بندوں پر ۱۲

سرت سے کہنا کہ اگر جنگل کی مشقتیں تیرے حق میں مثل کرخ بغداد کریں تو  
 کیا ہوا۔ مزہ یہ ہے کہ کرخ بغداد کو نعمتِ عجوبہ کے ساتھ میرے حق میں جنگل  
 کر رکھا ہے اور میں خوش ہوں \*  
 شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مناجات میں عرض کیا کہ بار  
 خدا یا اگر تو آسمانوں کو طوق کر کے میرے گلے میں اور زمین کو بیڑیاں بنا کر میرے  
 پانوں میں ڈال دے اور تمام جہان کو میرے خون کا پیا سا کر دے تو میں تجھ  
 سے نہ پھروں \*  
 صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ میرے شیخ کہا کرتے تھے کہ ایک سال

ایک جنگل میں اولیاء اللہ کا اجتماع تھا۔ میرے پیر حصری رحمۃ اللہ علیہ  
 مجھے اپنے ساتھ وٹاں لے گئے۔ میں نے دیکھا بعضے سانڈنیوں پر۔ بعضے  
 تخت پر۔ بعضے اڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔ حصری رحمۃ اللہ علیہ کسی کی  
 طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اس عرصہ میں ایک شخص ٹوٹی جوتی پانوں میں جوڑا  
 ہاتھ میں۔ ننگے سر۔ جلا ہوا بدن۔ ضعیف نحیف۔ لنگڑا اتا دور سے آتا ہوا  
 معلوم ہوا۔ حضرت اُن کو دیکھ کر پیشوا نے کو دوڑے۔ جب اُس جگہ آئے پڑی  
 تعظیم سے ایک جگہ بٹھایا۔ میں یہ حال دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جس وقت مجلس  
 برخاست ہوئی۔ میں نے شیخ سے دریافت کیا۔ فرمایا کہ اولیاء خدا میں  
 سے ایک ولی کھٹے کہ متابع ولایت نہیں بلکہ ولایت خود اُن کے تابع ہے۔  
 کرامات کی طرف متوجہ نہیں \*  
 نے الجملہ جس کام کو ہم اپنے لئے اختیار کریں ہمارے لئے بلائے ہیں اس کا

سوا نہیں چاہتا کہ حق تعالیٰ میرے لئے جو چاہے کرے تاکہ اس میں مجھے  
 سے محفوظ رکھے اور شرفِ نفس سے بچائے۔ اگر تہر ہوگا لطف کی تمنا نہیں  
 اور اگر لطف ہوگا خواہش تہر نہیں۔ کیونکہ ہمارے لئے یہ اختیار ہے کہ

## ومن ذلك النفي والاثبات والفرق بينهما

مشائخ رضی اللہ عنہم نے صفت آدمیت کے محور ہونیکو کہ باثبات تا عند حق ہو۔  
 نفی واثبات کہل ہے اور نفی سے نفی صفات بشریت اور اثبات سے اثبات  
 سلطان حقیقت مراد رکھی ہے۔ کیونکہ نفی محور واثبات کل سے اور نفی کل سو کے  
 نفی صفات نہیں۔ کیونکہ حال بقایا میں کلیت نفی ذات پر ممکن نہیں +  
 پس چاہئے کہ نفی صفات مذموم باثبات خصال محمودہ ہونے عشق  
 الہی میں نفی دعوے باثبات معنی ہو جائے۔ کس لئے کہ دعوے رعونات لفسر  
 سے ہے اور جب ان کے ہاں اوصاف مقہور سلطان حق ہوتے ہیں کہتے ہیں  
 کہ نفی صفات بشریت باثبات بقائے حق ہو گئی۔ بعضے کہتے ہیں کہ نفی نفی  
 اختیار بندہ باثبات اختیار حق ہے۔ اسی لئے اکبیر مؤمن نے فرمایا **الْحَقُّ لِعَبْدِهِ مَعَ عِلْمِهِ لِعَبْدِهِ خَيْرٌ وَمِنْ اِخْتِيَارِ عِبْدِهِ لِقَائِهِ**  
 کیونکہ دوستی نفی اختیار محب کے باثبات اختیار محبوب +

کتب سیر میں نظر سے گذرا کہ اکبیر درویش دریا میں ڈوب رہا تھا۔ اکبیر  
 شخص نے کہا جینے کو دل چاہتا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا سبحان اللہ تمہارا بھی  
 محب حال ہے۔ کہا نہیں کون ہوں کہ مرنے یا جینے میں اپنے اختیار کہ  
 دخل دوں۔ نہیں تو یہ جانتا ہوں کہ حق میرے لئے جو چاہے اختیار کرے۔  
 مشائخ کہتے ہیں کہ کمتر درجہ دوستی میں اپنے اختیار کا نفی کرنا ہے۔  
 پس اختیار حق ازلی ہے۔ اس کی نفی ممکن نہیں اور اختیار بندہ عارضی  
 اسکی نفی روا ہے۔ دوست کو چاہئے کہ اختیار عارضی بالائے طاق رکھے

لہ رفتن وگذاشتن « گہ برگزین خداوند خود را با دانستن بہ بندہ خود بہتر است از  
 برگزیدن بندہ آل حق بنفس خود را با دانستن آن بندہ در پ خود را +

تاکہ اختیار ازلی باقی رہے \*

جس وقت موسیٰ علیہ السلام بہارِ طبر منبسط ہوئے باثبات اختیار متنائی  
ویدار کے کہ رب ادنیٰ فرمایا لنتقہ انی۔ کہا بار خدایا دیدار حق۔ اور میں مستحق۔ پھر  
منع کرنا کیا ہے۔ حکم ہوا۔ ہاں دیدار حق ہے۔ لیکن دعویٰ دوستی میں اختیارِ طہل  
فقرا نے اس میں بہت کچھ کہا ہے۔ یہاں یہ مراد ہے کہ تو سمجھ جا کے کہ بات کیا  
ہے وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ \*

ان اصطلاحات میں سے ذکر جمع و تفرقہ و فنا و غیبت و حضور و صحو و سکر  
رسالہ میں لکھا گیا۔ اس لئے فقیر نے نہ لکھا \*

## وَمِنْ ذَلِكَ الْمَسَامِرَةِ وَالْمَحَادِثَةِ وَالْفَرْقِ بَيْنَهُمَا

### بیان مسامرہ و محادثہ

یہ دو حال کا ملین طریقہ کے احوال میں سے ہیں۔ حقیقت محادثہ حدیثِ شریعہ  
مقرون بکوت زبان اور حقیقت مسامرہ دوام انبساط ہے۔ کتمان سرور \*  
اور واضح ہو کہ مسامرہ کبھی بندہ کو حق کے ساتھ رات کو ہوتا ہے اور محادثہ  
کسی وقت دن کو۔ کیونکہ اس میں سوال و جواب ظاہری و باطنی ہوتے ہیں۔  
چنانچہ اسی لئے مناہجات شب کو مسامرہ کہتے ہیں۔ اور دعائے روز کو محادثہ \*  
پس حال روز کشف پرستی ہے اور حال شب سرور۔ اور راہ عشق میں  
مسامرہ محادثہ سے کاملتر ہے \*

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حال مسامرہ متعلق تھا۔ چنانچہ جب  
حق تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کے لئے ایک وقت ہو تو جبرئیل علیہ السلام کو  
مع براق آپ کے پاس بھیجا۔ یہاں تک کہ شباشب یکے سے قاب تو سین

پہنچے اور حق سے راز دل کہا اور حقیقتا لائے باتیں کہیں اور جب درجہ انتہا پر  
 پہنچے کشف جلال میں زبان گنگ ہو گئی اور دل کٹہ عظمت میں حیران  
 ہوا اور علم اور اک سے رہا اور زبان بیان سے عاجز ہوئی کہا کَلَّا اُحْصٰی  
 تَنَاءَ عَلٰیكَ \*

اور تعلق محادثہ کا موسیٰ علیہ السلام کے حال سے تھا کہ جب انہوں نے  
 جانا کہ مجھے حق کے ساتھ ایک وقت ہو تو چالیس روز کے بعد نکوہ طور پر گئے  
 اور خداوند تعالیٰ کی باتیں سنیں۔ یہاں تک کہ منبسط ہو کر دیدار کی درخواست  
 کی اور یہ ہوش ہو کر مراد سے محروم رہے۔ جب ہوش میں آئے بُئْتُ اِلَيْكَ  
 تَاكُ جَنِّ كُوْخُو دِلَاتِيْ هِيْنَ كَسُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرَبْتُمْ بِعَبْدِيْهِ اَنْ يَّمِيْنُ اَوْ جُو  
 خُو دَاتِيْ هِيْنَ كَهٗ وَ لَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا اَنْ يَّمِيْنَ فَرَقَ ظَاهِرًا هُو \*

پس شب دوستوں کے لئے وقت خلوت ہے اور روز بندوں کے  
 واسطے وقت خدمت۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب بندہ اپنی حد سے  
 بڑھ کر قدم رکھیگا لائق عتاب ہوگا۔ اور دوست کے لئے حد معین نہیں کہ  
 بڑھنے میں قابل ملامت متصور ہو کیونکہ دوست جو کچھ کرتا ہے وہی دل کو  
 بھلا لگتا ہے \*

## وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِلْمُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا

### بیان علم و معرفت

عالم و عارف میں باہم فرق ہے۔ مثلاً جو شخص از روئے علم مسائل خوب جانتا ہے کہ  
 فاعل مرفوع ہے اور مفعول منصوب۔ اسکو علم نحو کا عالم کہیں گے نہ عارف۔ لیکن  
 عارف علم نحو اس وقت کہیں گے کہ ہر ایک مسئلہ کو اپنے شائبہ تکلف و توقف

محل پر سمجھ لے۔ اسی طرح علم توحید میں عالم وہ شخص ہے جسکی توحید بحسب علم ہے یعنی وحدت افعال و صفات و ذات کو اپنے دل میں قرار دیا کہ کافر فاعل فی الوجود لا ھو۔ ایسے شخص کو عالم علم توحید کہتے ہیں اور اگر اوصاف افعال میں سے کسی فعل یا وصف کے ظہور کے وقت منظر غیر یا خود اپنے منظر میں لے نکالتا ہے کہ فاعل حق تعالیٰ ہے تو اس کو عارف کہیں گے اور اگر اس کو تامل کے ساتھ یعنی بقوت ایمان جانا تو اسکو متعرف کہیں گے۔

ومن ذلک الشریعۃ والحقیقۃ والفرق بینہما

### بیان شریعت حقیقت

شریعت سے صحت حال ظاہر اور حقیقت سے اقامت حال باطن مراد ہے۔ اس میں دو قوم نے اختلاف کیا ہے۔ ایک علماء ظاہر نے کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم ان دونوں میں فرق نہیں جانتے۔ شریعت عین حقیقت اور حقیقت عین شریعت ہے۔ اور ایک گروہ ملاحظہ فرامطے کہ وہ کہتے ہیں کہ قیام ہر ایک کا ان میں سے ملے دوسرے کے روا ہے۔ چنانچہ جس وقت حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ شریعت اظہر جاتی ہے۔

پس دلیل اس پر کہ شریعت حکم میں حقیقت سے جدا ہے یہ ہے کہ ایمان میں تصدیق اور ہے قول اور دلیل اس پر کہ اصل میں دونوں ایک ہیں یہ ہے کہ تصدیق نے قول اور قول نے تصدیق ایمان نہیں۔ پس فرق دونوں میں ظاہر ہے۔

المختصر حقیقت اس معنی سے مراد ہے کہ اس کا منسوخ ہونا کسی طرح روا نہیں اور عہد آدم سے بقاء عالم تک اسکا حکم مساوی رہا جیسا کہ معرفت

حق و صحت معاہلتِ قلوب پر نیت پر منحصر ہے اور شریعت معنی سے مراد ہے کہ جس کا نسخ و تبدل روا ہے جیسا کہ احکام و اوامر +

پس شریعت نعل بندہ ہے اور حقیقت محافظتِ احوال باطن منجانب اللہ بیشک جس طرح اقامتِ شریعت کے وجود شریعت ممکن نہیں۔ اسی طرح اقامتِ حقیقت کے شریعت بحال ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص جانِ جان کے تعلق سے زندہ ہے کہ جب جان اس سے مفارقت کرے گی وہ شخص مر وار ہو جائیگا۔ پس ہرگز اس کو اس سے اور اسکو اس سے چارہ نہیں +

معہذا شریعت کے حقیقت ریا اور حقیقت کے شریعت لفاق ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِيمَا كَانُوا لَا يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ لَمَّا كَانُوا فِيهِ عَسَفَا عَلَيْهِمْ وَالضَّلَاتِ كَثِيرٌ مِمَّنْ ظَنَّ أَنَّهُم بِاللَّهِ كَانُوا هُمُ الْكَافِرُونَ جہاد کرنے والے ہیں ہمارے کام میں البتہ دکھائینگے ہم ان کو ان کی راہیں بجا رہے شریعت ہے اور ہدایت حقیقت وہ حفظ بندہ بہ نسبت احکام ظاہری ہے اور یہ حفظ حق بہ نسبت احوال بندہ۔ پس شریعت مکاسب ہے اور حقیقت موہب ہے +

## بیان استعارات

استعارات حضراتِ سو فیہ کے بیان میں جن کی تفصیل شوارہ ہے اور انشاء اللہ اللہ تعالیٰ میں بطور اختصار بیان کروں گا :-

الحق :- مراد ان کی حق سے خفتا ہے۔ کیونکہ یہ نام اسمائے حسنہ میں سے ہے چنانچہ فرمایا ذَلِكُمْ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ +

الحقیقۃ :- مراد ہے اقامت بندہ سے محل وصل خداوند تعالیٰ میں۔ اور ہر خداوند سے واقف ہونا محل تنزیہ +

اعظرات :- احکام متفرق کہ دل پر گزریں +

الوطنات :- اللہ تعالیٰ کہ ہرگز میں متوطن ہوں +



الطمس :- نفی اوصاف بشریت یعنی جا تا رہنا رسوم و عادات کا صفات حق میں اس حیثیت سے کہ انکا اثر باقی رہے \*

الرمس :- نفی اوصاف بشریت اس حیثیت سے کہ اثر تک نہ رہے \*

العلائق :- وہ اسباب کہ جس کے ساتھ طالب تعلق پیدا کریں اور مقصود پر پہنچیں \*

الوسائط :- وہ اسباب کہ جسکے تعلق سے مراد کو پہنچیں \*

الزوائد :- دلپیر اوار کا زیادہ ہونا \*

الفوائد :- ادراک بستر \*

المسبجاء :- بھروسا کرنا دل کا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر \*

المنبجاء :- محل آفت سے دل کا لنگھانا \*

الکلیتہ :- استغراق اوصاف آدمیت بکلیت \*

الطوالع :- الزور معارف کا دل پر طلوع ہونا \*

الطوارق :- مناجات شب میں بشارت یا زجر کے طور پر دل پر کچھ وارد ہونا \*

اللطائف :- اشارات کہ دل پر دقائق حال سے پہنچیں \*

الستر :- احوال دستی کا چھپانا \*

النجوے :- آفات کا چھپانا اغیار سے \*

الاشارة :- بلا واسطہ زبان اپنی مراد سے آگاہ کرنا \*

الاجعاء :- تعرض خطاب بے اشارت و عبارت \*

الوارد :- معانی کا دل پر حلول کرنا \*

الاستبہاء :- غفلت کا دل سے ہٹا دینا  
الغزارة :- نزول و اذیت حقائق

## بیان الفاظ توحید

ان الفاظ کے بیان میں کہ جنکو توحید خداوند عزوجل میں لیتے ہیں اور اہل طریقت کے کے نزدیک وہ حقائق میں بے استعارہ ہیں :-

العالم :- مخلوقات خداوند تعالیٰ سے مراد ہے۔ بعضے کہتے ہیں اٹھارہ ہزار عالم بعضے کہتے ہیں بیچاس ہزار عالم ہیں۔ فلاسفر کہتے ہیں دو عالم ہیں۔ ایک عالم سفلی ایک عالم علوی۔ علماء سے اصول کہتے ہیں کہ عرش سے شے تک جو کچھ سے عالم ہے بہر حال عالم اجتماع مختلفات سے مراد ہے۔ اہل طریقت عالم ارواح و عالم نفوس شریعہ کے ہیں لیکن فلاسفر کی اور اسکی مراد میں فرق ہے \*۔

المحدث :- جو چیز کہ وجود میں آئی ہے یعنی نہ تھی اور ہو گئی \*۔

القدیم :- جو وجود میں سابق ہے یعنی جو وجود میں تمام موجودات کے سابق ہے اور وہ ذات باری ہے \*۔

الازل :- جس کا اول نہیں \*۔

الابد :- جس کا آخر نہیں \*۔

الذات :- کسی چیز کی ہستی و حقیقت \*۔

الصنۃ :- نعت پذیر اور جو اپنی ذات کے قائم نہ ہو \*۔

الاسم :- غیر ہستی \*۔

الجواہر :- اصل چیز کہ بذات خود قائم ہو \*۔

العرض :- وہ چیز کہ جو ہر کے ساتھ قائم ہو \*۔

السوال :- کسی حقیقت کا طلب کرنا \*۔

الجواب :- مضمون سوال سے آگاہ کرنا \*۔

الحسن :- جو کہ موافق امر ہو \*۔

القبیح :- جو کہ مخالف امر ہو \*۔

الظلم :- وضع شے غیر محل پر \*۔

العدل :- وضع شے اپنے محل پر \*۔

الملک :- جس پر اختیار احسن نہ کر سکیں \*۔

السفہ :- ترک امر \*۔



میں واقعہ سے اشکال بھی مراد لیتے ہیں اور جب کوئی شخص اس کا جواب دیتا ہے تو کہتے ہیں واقعہ حل ہوا۔ لیکن اہل تحقیق کہتے ہیں کہ واقعہ وہ ہے کہ جس کا حل روا نہیں۔ اور اگر حل ہو گیا تو خاطر ہوگا۔ کیونکہ اہل تحقیق کا بندھن نہیں ہو سکتا۔  
**الاحتیار :-** اختیار سے مراد یہ ہے کہ اختیار حق کو اپنے اختیار پر مقدم کریں یعنی خیر و شر سے جو کچھ حق نے ان کے لئے اختیار کیا۔ اس پر اکتفا کریں لیکن یہ بھی اس کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہ ہو تو ہرگز بندہ اپنے اختیار کو چھوڑ کر اختیار حق کو اختیار نہ کرے \*

کسی نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ امیر کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جس کا اختیار نہ ہے اور وہ اختیار حق کو اختیار کر لے \*

حضرت بنید رحمۃ اللہ علیہ تپ جڑھ لٹی تھی۔ کہا الہی مجھے ابھھا کر دے۔ اٰلہام ہوا تو کون ہے کہ میرے ملک میں تصرف کرتا ہے اور اپنے اختیار کو دخل دیتا ہے میں اپنے ملک کی تدبیریں تجھ سے بہتر جانتا ہوں۔ تجھے چاہئے کہ میرے اختیار کو اختیار کرے نہ کہ اپنے اختیار کو دخل دے \*

**الامتحان :-** اس لفظ سے دل اولیاء کا آزمانا مراد ہے کہ حق کی طرف سے طرح طرح کی بلائیں مثل خوف و حزن و قبض و سبب ان کے دل بند ہوتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ فَلَوْ لَا اَمْرٌ لِلتَّقْوٰى لَمِنْ مَّغْفِرَةٍ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ** یعنی یہ وہ گروہ ہیں کہ امتحان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا قبول تقویٰ کے لئے۔ پس اس گروہ کے لئے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم ہے \*

**البلاء :-** بلا سے بدن اولیاء کا امتحان کرنا مراد ہے۔ طرح طرح کی مشقتوں اور بیماریوں سے اور جس قدر بلا بندہ پر قوی تر ہوتی ہے۔ حق کے ساتھ قربت زیادہ تر ہوتی ہے۔ تاکہ بلا لباس اولیاء ہے اور گہوارہ اصفیا اور خدا سے

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سعد بن ابی رقاص روایت کرتے ہیں :-  
 سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ أَشَدَّ بَدَأَ قَالَ الْإِيمَانُ  
 ثُمَّ الْأَمَلُ فَأَمَّا مَثَلُ كَذَابِي الدَّرَمِيِّ \*

فی الجسد بلائس ریح کو کہتے ہیں کہ بندہ مومن کے دل و بدن پر مٹی ہے اور  
 حقیقت اس کی نعمت ہو۔ وجہ یہ کہ اس کے اسرار بندہ پر پوشیدہ ہیں۔ اگر یہ ان آلام  
 کی برواقت کریگا تو ثواب ملے گا۔ بخلاف کفار کہ انکو بسبب عقاوت تکلیف و سبب جاتی ہے  
 ہرگز شفا نہیں بخشی۔ پس بلا کام مرتبہ امتحان سے بزرگتر ہے۔ کیونکہ تاثیر  
 امتحان دل پر ہے۔ اور اثر بلا دل و بدن دونوں پر۔ واللہ اعلم بالصواب \*  
 التحلی تشبیہ اس قوم سے کہ جن کے قول عمل اچھے ہوں۔ رسولی خدا صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لَيْسَ الْإِيمَانُ بِالْحَلِيِّ وَالْتِمَنِي لَكِنْ مَا وَقَرْتِ فِي  
 الْقُلُوبِ وَاصْدَقَهُ الْعَمَلُ ایمان نہیں ظاہر آرائے و آرزو کرنے میں لیکن  
 اس چیز میں ہے کہ موقر ہو دلوں میں اور راست کرے اس کو عمل نیک۔ پس  
 شابہ کرنا اپنے کو گروہ اہل تحقیق سے بغیر اسکے کہ حقیقت کو پہنچیں۔ معاملہ تحلی ہے  
 لیکن جو ایسے ہیں کہ ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ وہ جلد فضیحت ہو جاتے ہیں اور ان  
 کا راز فاش ہو جاتا ہے \*

التحلی :- تحلی تاثیر التواضع کہ قبولیت کی جہت سے مقبولوں کے دلوں پر پڑے  
 تاکہ اس تحلی سے ان میں وہ قابلیت پیدا ہو کہ چشم دل سے حق کو دیکھ سکیں اور  
 فرق روست دل و روست ایمان میں یہ ہے کہ منجھلے چلے دیکھے یا نہ دیکھے۔ یا  
 لہ جو چھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کس پر بہت سخت مہیت ہے۔ فرمایا اپنے انبیاء پر پھر جو ان کے  
 بعد افضل ہوں۔ پھر ان کے بعد افضل ہوں \* لہ نہیں ایمان ساتھ آرتگی ظاہر کے بعد آندو گئے  
 لیکن وہ چیز کہ موقر ہو دلوں میں اور راست کرے اس کو نیک عمل \* ایمان

کسی وقت دیکھے کسی وقت نہ دیکھے۔ بخلاف اہل عیمان۔ یہی سبب کہ اہل عیان بہشت میں اگر جاہیں کہ نہ دیکھیں تو ان سے یہ نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ تجلے پر ستر طائر ہے اور رویت پر حجاب روا نہیں۔ والد علم بالصواب۔

التخلیٰ :- اعراض اشغال بالذم سے۔ یعنی جو چیزیں مانع راہ خدا ہیں ان کی طرف سے منہ پھیرنا۔ سو منجملہ موافقات ایک دنیا ہے اس سے مائتہ اٹھاسے دوسرے ارادہ عقے۔ اسکا خیال دل سے دور کرے۔ تیسرے متابعت نفس ہو اس کے سوا سے سرفالی کرے۔ چوتھے صحبت خلق اس سے کنارہ کش ہو۔

الشروء (ذرا) :- آفات حجب و تعلقات اور ان میں جو بیقراری ہو اس سے خلاص طلب کرے کو شروء کہتے ہیں اور جو شخص ابتداء طلب میں بیقرار زیادہ ہوگا۔ انتہا میں ممکن زیادہ تر ہوگا۔

القصود :- صحبت عزیمت سے مراد ہے کہ طلب حقیقت میں ہو اور قصد ان لوگوں کا حرکت و سکون میں یکساں ہے۔ کیونکہ دوست مراد دوست ہے اگر ساکن بھی ہو تو ساکن نہیں بلکہ رواں ہے۔ وہ یہ کہ دوست نئے علت سے نئے حرکات قاصد ہیں۔ ان کے تمام صفات قصد ہو گئیں کہ غایت کی طرف متوجہ ہیں۔ غرض جب دستی حاصل ہوئی قصد ہے مقصد سے۔

الاصطناع :- اس سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بندہ کو اس کے نصیبوں کے فنا اور اوصاف و حظوظ نفس کے زوال سے مہذب کر دے۔ یہاں تک کہ تبدیل اوصاف نفسانی کی جہت سے بخود ہو جائے۔ اس درجہ سے پیمبر مخلص ہیں۔ اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس معنی کو اولیاء و بندگان بھی روارکتے ہیں۔

الاصطفاء :- اصطفاء وہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کے دل کو اپنی معرفت کے لئے فارغ کرے تا آنکہ معرفت الہی فریض صفا اس کے دل میں بچھا دے اس درجہ میں خاد

امم مومن مای سے مطیع دولی سے نبی تک شامل ہیں

چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا قَوْمًا ظَالِمًا لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۗ  
 الاصطلام :- اصطلام تجلیات حق کو کہتے ہیں کہ بندہ کی خواہشیں نفی کر کے امتحان لطف کے ساتھ اس کو مقہور کر دیں۔ واللہ اعلم بالصواب  
 الرین :- رین حجاب کفر و ضلالت کے دلیر کہ ایمان بغیر کسی طرح نہیں اٹھ سکتا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۗ  
 بعضے کہتے ہیں رین وہ ہے کہ اس کا ذوال کسی طرح ممکن نہ ہو۔ کیونکہ کفار کا دل اسلام پذیر نہیں اور یہ جو ان میں سے ایمان لاتے ہیں علم الہی میں مومن تھے \*

الغین :- غین ایک حجاب کے دلیر کہ استغفار سے اٹھ جاتا ہے اور وہ دو طرح کا ہے خفیف و غلیظ۔ غلیظ اہل غفلت و اہل کبائر کا۔ اور خفیف عام ہے ولی نبی کے واسطے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّهُ لَيَغْفِرُ عَلٰی قَلْبِيْ وَاَنْتِ لَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ ۗ پس غین غلیظ کے لئے تو بہ شرائط کے ساتھ چاہئے اور خفیف کے لئے رجوع صادق حق کی طرف اور تو بہ معصیت سے طاعت کی طرف بازگشت کرنی ہے اور رجوع اپنے سے حق کی طرف بازگشت کرنی۔ پس تو بہ جرم سے کرتے ہیں۔ جرم ام میں مخالفت کرنی ہے اور دوستوں کا ارادت میں مخالفت کرنا۔ پس جرم عام

سے پھر وارث لیا ہونے کا اب کا ان لوگوں کو کہ جن لیا ہونے اپنے بندوں میں سے پھر ان میں سے ظلم کرنے والا ہے واسطے نفس اپنے کے اور ان میں سے میلان روی کرینوالے ہیں اور ان میں سے آگے بڑھنے کے ہیں ساتھ نیکیوں کے ۱۲ \*

۱۲۔ ایسا نہیں بلکہ ننگ پکڑ گیا ان کے لوں پر جو کچھ تھے وہ کھلتے ۱۲ \*

۱۳۔ ہر آئینہ بروہ واقع ہوتا ہے میر دل پر اور البتہ میں استغفار کرتا ہوں اللہ! یہاں سے روز سوم ۱۳

کا مصیبت اور جرم دوستوں کل اپنے وجود کا بچھنا۔ اگر کوئی مخطا سے نواب کی طرف بازگشت کرے تاہم ہے۔ اور اگر صواب سے صواب کی طرف گریے انگلی آئیں کہتے ہیں \*۔

صاحب کشف المحجوب نے باب تو بہ میں اسکو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کو دیکھنا ہوا اُس میں دیکھے \*۔

التلبیس :- ایک چیز کے برخلاف ظاہر کرنے کو تلبیس کہتے ہیں یہ صفت مخصوص حق تعالیٰ سے ہے۔ کیونکہ دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہم سے راضی ہے اور دوستوں سے اس طرح پیش آتا ہے کہ وہ قوت لوگ جانتے ہیں کہ اللہ ان سے ناراض ہے اور اگر کسی محل پر اس قوم میں سے کوئی خصال پسندیدہ کو صفات مذمومہ کے پردہ میں چھپا لیتا ہے اور اُس کو بھی کہتے ہیں کہ خداں شخص تلبیس کرتا ہے \*۔  
الشرب :- حلاوت طاعت و لذت کرمت و راحت انس کو شرب کہتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کوئی شخص کوئی کام جیتا کہ اُس کو اُس میں لذت و شرب معلوم نہ ہو نہیں کرتا۔ اور جس طرح شرب تن پانی سے ہے شرب دل راہات و حلاوت کے ہے \*۔

صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ حضرت ابوالقاسم گرگانی میرے پر فرمایا کرتے تھے کہ مرید نے شرب و عارف با شرب ارادت و معرفت سے بیگانے ہیں۔ کیونکہ مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ عارف شرب سے خالی نہ ہو تاکہ ارادت میں حق طلب ادا کرے اور عارف شرب نہیں چاہتا۔ کیونکہ اُس کو بجز حق کسی کی طرف خیال کرنا شرک ہے \*۔  
الذوق :- ذوق کا حال بھی ویسا ہے جیسا شرب کا۔ لیکن شرب راہات ہے اور ذوق سنج و راحت دونوں کا تحمل ہے۔